یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۹ — نمبر ۶

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

جون ۱۹۱۴ء

ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام ۲ عام طلباء ۱ غیر ممالک سے ۲

باہتمام مینیجر اللہ بخش پریس قادیان میں چھپکر چوہدری عبدالسلام پبلشر کے حکم سے مینیجر تشحیذ نے شائع کیا

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعائت

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
		فی جلد	فی جلد
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک	۱۰ر	۵ر
سچ بیان نظم پنجابی	مسیح موعود کی تائید میں	۲ر	ار
احسن القصص	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل	۲ر	ار
درثمین فارسی	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں	۶ر	۵ر
درثمین اردو	″ ″ اردو نظمیں	۳ر	۳ر
مبادی الصرف	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	۲ر	ار
درس قرآن شریف کے نوٹ	حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمودہ	صر	۸عہ
ابطال الوہیت مسیح	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	ار	ر
ترجمۃ القرآن پ۲۴ پ۲۵ پ۲۶ ہر سہ جلد	مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب	۳ر	عہر
تحفہ سالانہ	مختلف بزرگان قوم کی تقریریں	عہر	۴ر
حقیقت نماز	نماز کے متعلق ضروری احکام	عہر	۴ر
النصح	تائید سلسلہ	۲ر	۱۰ر
ردّ چکڑالوی	ردّ فرقہ چکڑالوی	۵ر	۲ر

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصلی قیمت
ادعیۃ الاحادیث	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریمؐ نے فرمائی ہیں	ار
صادقوں کی روشنی	حضرت مسیح موعود کی وفات پر جسقدر اعتراض ہیں انکا دندان شکن جواب	۲ر
البرق	رد شیعہ	ار
طبیب روحانی	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے بچوں کے پڑھنے کیلئے	ار
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب سلطان محمد کے دستی رقعہ کا عکس جس میں اسنے اپنی عقیدت کا اظہار کیا	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۴ء

خلیفۂ وقت کی بیعت ضروری ہے

مَیں اس موضوع پر ایک مفصّل آرٹیکل لکھنا چاہتا تھا کہ حُسن اتفاق سے عالم حقایق آگاہ مولانا سرور شاہ ایدہ اللہ کا یہ مضمون پہنچ گیا جو بلحاظ اپنے عالمانہ مطالب کے قابل مطالعہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسے بہت شوق سے پڑھا جائیگا۔

جماعت کی تعداد پر اعتراض

خلافت کے نہ ماننے والے اپنی غرض اور عناد پر اسقدر تُل گئے ہیں کہ وہ اس مقابلہ میں حضرت مسیح موعود پر زد کرنے سے بھی نہیں جھجکتے مولوی محمد علی صاحب جیسے بزرگ لکھتے ہیں جماعت کے کثیر حصہ کی بیعت ہم تب مانینگے کہ تین لاکھ کی فہرست پیش کیجائے کیونکہ مسیح موعود نے لکھا ہے کہ میری جماعت ۴-۵ لاکھ ہے۔ اب خدا کیلئے کوئی غور کرے کہ بالآخر اسکی زد کہاں پر پڑتی ہے۔

مسیح موعود کا ماننا غیر ضروری

اسی طرح مسیح موعود کے ماننے کو غیر ضروری اور اُن

کے دعوی رسالت کو صوفیانہ ادعاء (یعنی از قسم شطحیات) اور انپر نبی اللہ کے اطلاق کو ناجائز یا ایسا قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف کو عورتوں نے ملک کریم کہدیا تھا۔ بلکہ اسی دھن میں یہانتک ترقی کی کہ مولوی محمدؐ علی صاحب نے کفر و اسلام کے ٹریکٹ میں صاف صاف

کفر و اسلام کی غلط تعریف

لکھ دیا کہ فقط اللہ کے ماننے سے انسان مسلم اور مومن ہوجاتا ہے۔ جس میں رسولونکا ماننا بھی شرط نہیں رکھا اور جس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ انکے نزدیک مشرکین مکہ اور یہود اور عیسائی بھی دائرہ اسلام میں داخل اور مسلم ہیں کیونکہ گو وہ مشرک یا رسولوں کے منکر ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ ما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الّا وھم مشرکون سے ثابت ہے کہ مشرک بھی مومن ہے۔ اور رسولونکا ماننا اسلام

خلفاء کو صرف نیک بادشاہ سمجھتے ہیں

کے دائرہ میں داخل ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔ پھر اسی طرح خلفاء راشدین پر بھی خوب ہاتھ صاف کیا ہے کہ صاف لکھدیا ہے کہ انکی خلافت اور انکی بیعت روحانی اور دینی اور پیری مریدی والی نہ تھی بلکہ محض سلطنت کی تھی جس طرح کہ اور دنیا کے بادشاہونکی ہوتی ہے۔ پھر اسی دھن میں یہ

خلیفۃ المسیح کے بارے میں اعتقاد

بھی کہدیا کہ جس نورالدّین کے آگے درخواست دی تھی کہ مطابق الوصیّۃ کے تو مسیح موعود کا خلیفہ بنکر ہم سے بیعت لے اور جس کی بیعت کر کے سب احمدیوں میں اعلان کیا تھا کہ مطابق الوصیّۃ کے مولوی نورالدّین صاحب کو مسیح موعود کا خلیفہ اول تسلیم کر کے ہم نے اُسکی بیعت کر لی ہے اور اسکا حکم مسیح کے حکم کیطرح آیندہ ہمارے لئے واجب الاتباع ہوگا اور پھر سب پرانے اور نئے احمدیوں کو اسکی بیعت کے لئے بلایا تھا۔ اور جس کی دوبارہ بیعت ہمنے محض اس جرم پر کی تھی کہ ہمنے کہدیا تھا کہ جو انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے خلیفہ اسکے ماتحت ہے اور جس کو ۶ سال تک خلا اور ملا

اور تقریر و تحریر میں ہم خلیفۃ المسیح کہتے رہے ہیں وہ ہرگز خلیفہ نہیں تھا بلکہ اصل خلیفہ انجمن تھی اور احمدیوں کو اسکی بیعت بھی نہ کرنی چاہئے تھی پر اسنے یونہی زبردستی لوگوں سے بیعت

خلافت لی اور یہ جو کچھ اس نے کیا الوصیت کے خلاف کیا بلکہ اسنے ساری جماعت کو مسیح موعود کی وصیت کے خلاف چلادیا۔ اور آپ کے بعد چھ سال تک یہ ساری جماعت فمن بدلہ من بعد ماسمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ کی مصداق ہوکر اس گمراہی میں پڑی رہی۔

اس اعتقاد کا نتیجہ اور پھر یہ باتیں کرتے ہوئے یہ بھی خیال نہیں آتا کہ ہم اپنے آپ کو کس پوزیشن میں ظاہر کر رہے ہیں جب مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح نہ تھا۔ بلکہ خلیفۃ المسیح انجمن تھی اور آپ پہلے سے اسکو خوب جانتے تھے۔ تو پھر پہلے ہی کیوں خلافت اور بیعت کی درخواست دی اور پھر بار بار موقعہ آنیکے باوجود بیعت کرتے رہے خلیفۃ المسیح کہتے رہے۔ اور اخلاقی اور ایمانی جرأت سے کام لیکر کبھی وہ کچھ نہ کہا جو کہ اب کہتے ہیں۔ یہ ہے ان کی کارروائیوں کی مشتے جو نمونہ خروارے ہے۔

قل اللہ ثم ذرھم کے معنی غلط کئے اب سنیئے کہ ان باتوں کے ثبوت کے لئے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس میں وہ قابل اعتراض طریق برتا جاتا ہے جس پہ کہ پہلی سے بھی شرم آتی ہے مثلاً مولوی محمد علی صاحب کفرو اسلام والے ٹریکٹ میں جب اسکا ثبوت دینے لگے کہ فقط اللہ کے ماننے سے آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں اور قیامت کا ماننا ضروری نہیں تو اسکا ثبوت کیا ملتا ہے کہ آپنے یہ آیت پیش کردی۔ قل اللہ ثم ذرھم اور ایجاد بندہ کے طور پر اسکا ترجمہ یہ کردیا کہ تو اللہ منوا کر پھر انکو چھوڑ دے۔ اب خدا کے لئے کوئی غور کرے دنیا بھر کے ترجمے اور سب تفسیریں دیکھ جاؤ کسی میں یہ ترجمہ نہ پاؤ گے پھر قواعد اور لغت کی رو سے یہ ترجمہ درست نہیں پھر خود قرآن مجید کی عبارت اس ترجمہ کا احتمال ہی نہیں رکھتی چنانچہ پوری آیت کریمہ جو لمبی ہے یہ ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیئ۔ قل من انزل الکتب الذی جاء بہ

موسٰی نورًا وھدی للنّاس تجعلونہ قراطیس تبدونھا وتخفون کثیرًا وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا اٰباءکم قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون جس کا مطلب صاف آیات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اُتاری تو خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ تم کہو کہ وہ کتاب کس نے اُتاری ہے جو کہ موسٰی لایا تھا (پھر خود ہی بتایا کہ) تم کہو اللہ نے وہ اُتاری تھی۔ پھر بتایا کہ اسکے بعد انکو نکتہ چینی میں لگے رہنے دو۔

اب پہلے قل من انزل الکتٰب الخ کا اور بعد میں ذرھم فی خوضھم یلعبون صاف صاف اصل مطلب کو ظاہر کرتے اور پکار پکار کر اس ترجمہ کی نفی کرتے ہیں جو کہ ٹریکیٹ میں کیا گیا۔ پھر اللہ پر ضمہ ہونا بھی اس ترجمہ کو دھکے دیتا ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ درس قرآن دیا کرتے تھے اور قادیان کے رہنے والے تو بار بار سارا ترجمہ سُن چکے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک فرد بھی نہ گواہی اس ترجمہ کی دیتا ہے اور نہ دے سکتا ہے کیونکہ ہر ایک دفعہ بہت سے اشخاص درس کے نوٹ کاپیوں پر لکھ لیتے تھے۔ انمیں سے کسی پر مشہور ترجمہ کے خلاف درج نہیں ہے۔ پر انکی جرأت کو دیکھو ان سب باتوں کو پس پُشت ڈال کر اسکا یہ ترجمہ کر دیا۔ اور جب سوال ہوا تو نہایت دلیری سے حضرت خلیفۃ المسیح کے ذمہ لگا دیا۔ اور یہ نہ خیال کیا کہ انکے ترجمہ والے نوٹ بدر میں چھپ چکے ہیں۔ پھر قلمی اپنے ہاتھ کا ترجمہ لکھا ہوا موجود ہے پھر سینکڑوں لوگ ان کے ترجمہ کے گواہ موجود ہیں۔ اور کثرت کے ساتھ متعدد واقعات کی کاپیاں شہادت دیتی ہیں پس اُنکے مقابلہ میں اُنکے لکھنے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ جبکہ زبان اور قواعد اور عبارت کے بھی خلاف ہو۔

امام ابوحنیفہ رضؓ کا مذہب غلط بیان کیا

پھر اور سنیئے کہ اسی ٹریکیٹ کے دوسرے صفحہ پر آپ ثبوت دینے کے لئے امام ابوحنیفہ رحؒ کے ذمہ ایک بات لگاتے ہیں۔ کہ امام صاحب کا مذہب ہے کہ جو شخص دل سے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہدے

تو مومن ہو جاتا ہے خواہ پھر اس سے کفر شرک یا ظلم سرزد ہو جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فقط اللہ کو دل سے ایک دفعہ مانکر کوئی شہادت کلمہ کہدے پھر خواہ وہ دہریہ بھی ہو جائے بُت پرست بھی ہو جائے تو بھی وہ مومن ہی رہتا ہے اور کبھی مرتد نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیہودہ فعل تو ایک جاہل بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ وہ امام کہ جس نے امام اعظم کا لقب پایا ہو۔ ہمارے ایک طالب العلم نے اسکا حوالہ طلب کیا تو جواب ملا کہ پیغام صلح میں درج ہو گا وہاں سے دیکھ لینا حالانکہ جب اصل ٹریکٹ میں حوالہ مدارد ہے تو پیغام میں کہاں۔ قرآن مجید کے ترجمہ پر اور ایسے جلیل القدر اماموں پر کہ جنکے ہزاروں اتباع ہوں اور ان کے اقوال کو بڑی احتیاط سے ضبط کیا جاتا ہو۔ ایسی جرأت کرنا نہایت درجہ کی دیدہ دلیری ہے۔ یہ محض اس اعتبار پر کہ احمدیوں میں اب ہماری وہ حیثیت ہے کہ ہم جو کہینگے وہ بے چون و چرا آمنّا و صدقنا کہینگے۔

بیعت خلفاء کے متعلق شاہ ولی اللہؒ کا ایک حوالہ

ایسے ہی حوالوں کی نظیریں تو عجیب در عجیب اور بہت کثرت سے ہیں۔ مگر اسوقت میں ایک خاص حوالہ پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اسلئے اوروں کا ذکر اسوقت چھوڑتا ہوں۔ اور پہلے اس حوالہ کی نسبت بتاتا ہوں کہ کس طرح کاٹ تراش کر حوالے دئیے جاتے ہیں۔ ۳۰ / اپریل کے پیغام میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قول الجمیل کا حوالہ بیعت کی نسبت دیا ہے اور جو کچھ اس سے ثابت کرنا چاہا ہے اسکی حقیقت بھی انشاء اللہ آگے بتاؤنگا

یہ حوالہ پورا نہیں دیا

مگر پہلے یہ بتاتا ہوں کہ اسکا کچھ حصہ تو نقل کیا ہے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اسکی وجہ بقدر حاجت لکھکر یہ ظاہر کی ہے کہ باقی ضرورت نہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ باقی حصہ وہ ہی جسکو خود بدولت بھی نہیں مانتے۔ بلکہ اس گروہ کے بڑے بڑے لوگ اسکے خلاف بڑے زور و شور سے لکھ اور بیان کر چکے ہیں چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں فالحق ان البیعۃ علیٰ اقسام منہا بیعۃ الخلافۃ و منہا بیعۃ الاسلام ومنہا

بیعۃ التمسک بحبل التقوی ومنہا بیعۃ الہجرۃ والجہاد ومنہا بیعۃ التوثق فی الجہاد۔ وکانت بیعۃ الاسلام متروکۃ فی زمن الخلفاء اما فی زمن الراشدین یہاں تک عبارت لکھکر پیغام نے آگے بقدر حاجت کا لفظ لکھ کر کچھ عبارت چھوڑ دی ہے اور پھر یوں انکی عبارت کی نقل شروع کی ہے وکذلک بیعۃ التمسک بحبل التقوی کانت متروکۃ الخ

چھوڑی ہوئی عبارت یہ ہے

اب اس اگلی عبارت کی پوری نقل سے پہلے میں یہاں پر وہ عبارت نقل کر دیتا ہوں جو کہ ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں سے چھوڑ دی ہے۔ اور میں اس کو پہلی عبارت کے آخری حصہ کے ساتھ ملا کر لکھتا ہوں تاکہ اتصال بخوبی معلوم ہو جائے اور وہ یہ ہے (اما فی زمن الراشدین) منہم فلان دخول الناس فی الاسلام فی ایامہم کان غالباً بالقہر والسیف لا بالتالیف و اظہار البرہان ولا طوعاً و رغبۃ"۔ واما فی غیرہم فلانہم کانوا فی الاکثر ظلمۃ فسقۃ لا یہتمون باقامۃ السنن۔ اسکا ترجمہ جو کہ مولوی خرم علی صاحب نے قول الجمیل کیساتھ چھاپا ہوا ہے جسکا نام شفاء العلیل ہی یہ ہے "خلفائے راشدین کے وقت میں بیعت اسلام اسواسطے متروک تھی کہ داخل ہونا لوگوں کا اسلام میں انکے ایام میں اکثر بسبب شوکت اور تلوار کے تھا نہ بسبب تالیف قلوب اور اظہار دلیل اسلام کے اور نہ دخول اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا۔ اور خلفاء راشدین کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ خلفاء مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں اسواسطے بیعت اسلام متروک تھی کہ ان میں اکثر ظالم اور فاسق تھے اقامت سنن دین میں کوشش بلیغ نہ کرتے تھے"

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا

اب ناظرین خود غور فرمائیں کہ مطلب اس عبارت کا ہے جو درمیان میں سے پیغام نے چھوڑ دی ہے کیا اس میں

صاف طور پر بیان کیا گیا ہے یا نہیں کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں غالباً قہر اور تلوار کے ساتھ لوگ اسلام میں داخل کئے گئے نہ تالیف قلوب اور اظہار دلیل کے ساتھ اور نہ طوعاً اور نہ رغبتہً داخل ہوئے ہیں. اور ظاہر ہے کہ طوعاً کے مقابل کرہاً ہی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی طوعاً او کرہاً فرما کر بتا دیا ہی کہ طوعاً کے مقابل کرہاً ہوتا ہی تو جب طوعاً داخل نہ ہوئے تو پھر کرہاً ہو نگے

اگر بیعت خلافت غیر ضروری ہی تو یہ بھی مانو کہ اسلام کرہاً منوایا گیا

منتظمین پیغام گو اسلام کے دائرہ میں داخل ہونیکے لئے رسولوں کا ماننا عموماً اور محمد رسول اللہ کا ماننا خصوصاً کوئی ضروری قرار نہ دیں پر چونکہ اسلام کے تلوار کے ساتھ پھیلانیکے متعلق عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے اعتراض ہو چکا ہے۔ اس لئے میں امید نہیں کر سکتا کہ ابھی وہ اسکے بھی قائل اور دعویدار ہو جائیں کہ اسلام خلفاء کے زمانہ میں تلوار سے پھیلا ہی پس جس عبارت میں وہ بات درج ہی جسکے وہ خود قائل نہیں یا کم از کم جس کے درست ہونیکا کھلا کھلا اقرار وہ نہیں کر سکتے اسی عبارت کے ایک ٹکڑے کو دوسروں پر بطور حجت اور دلیل کے کسطرح اور کس ایمانداری سے وہ پیش کرتے یا کر سکتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ بقدر حاجت ٹکڑے سے کس طرح اس نامقبول اور داغ اسلام بات پر پردہ ڈالا ہی اور دیدہ دانستہ قوم کو غلطی میں رکھا یہ حال ہی انکے حوالونکا۔

کیا شاہ ولی اللہ کا قول حجت ہو سکتا ہی

پھر خوب جانتے ہیں اور اسکے قائل ہیں بلکہ دوسروں کو اس پر مجبور کرتے ہیں کہ دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہونی چاہئے یا کم از کم کہیں ہمارے امام ہی نے لکھا ہو ورنہ ہر ایک کا قول کوئی حجت نہیں ہی لیکن اپنی طرف سے محض شاہ صاحب کا قول بطور حجت پیش کرتے اور اسپر کہتے ہیں کہ خدارا ہمارے فتوے یاز بھائی اسے غور سے پڑھیں اور رجوع فرمائیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ گویا اب دوسروں کے لئے اس حوالہ کے بعد کوئی مفر باقی نہیں رہا لہذا اپنے فتوے سے ضرور رجوع کریں۔

حوالہ دینے سے کیا مقصود ہوتا ہے؟

حوالہ جب ذکر کرتے ہیں تو کبھی فقط اس عبارت کا پتہ اور نشان دینا مقصود ہوتا ہے وہاں پر تو ابتدائی لفظ یا الفاظ ذکر کر کے الخ یا الی فلاں کر دیتے ہیں اور کبھی محولہ عبارت اسلئے ذکر کرتے ہیں کہ اسکے مطلب کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے تب بقدر ضرورت عبارت کو ذکر کرتے ہیں لیکن چونکہ یہاں پر مطلب بتانا ہے اور جب تک پورا جملہ ذکر نہ ہو اسکا مطلب ظاہر نہیں ہوتا اسلئے اس صورت میں جو عبارت شروع کی جائے اسے پورا جملہ ہونے سے پہلے ختم کرنا درست نہیں ہوتا چونکہ پیغام میں یہ دوسری قسم کا حوالہ تھا اسلئے پورا جملہ ذکر کرنا ضروری تھا لیکن ظاہر ہے کہ اما فی زمن الراشدین پورا جملہ نہیں ہوتا جبتک کہ اسکے ساتھ آگے کی عبارت نہ ملائی جائے لیکن محض پردہ داری کے لئے خلاف قاعدہ ناتمام عبارت چھوڑ دی کیونکہ اگر پوری عبارت لکھتے ہیں۔ جو جملہ ہوتی ہے تو پھر انکے حوالہ کے اعتبار اور حجت اور دلیل کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اور چونکہ ناتمام عبارت کا ترک کرنا بھی طبیعت میں خلجان پیدا کرتا تھا اسلئے بقدر حاجت کا عذر تراش لیا۔

جتنا حوالہ دیا اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا

یہاں پر یہ بات بھی ضرور مد نظر رکھ لینی چاہیئے کہ جب شاہ صاحب کی بیان کی ہوئی دلیل کا یہ حال ہے کہ اسکو وہ شخص بھی اپنی زبان اور زبانِ قلم پر نہیں لا سکتا۔ جو کہ انکے قول کو بطریق حجت پیش کر رہا ہے تاکہ اس دلیل کے باعث سے باقی قول بھی پایۂ اعتبار سے نہ گر جائے تو پھر ایسی دلیل سے وہ دعویٰ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ جس کے ثابت کرنے کے لئے اسکو پیش کیا گیا ہے اور وہ دعوے ہے خلفاء راشدین کے زمانہ میں بیعت الاسلام کا متروک ہونا۔ پھر دیکھئے

کیا راشدین کے زمانہ میں بیعت اسلام بالکل متروک تھی

دعوے تو یہ ہے کہ بیعت اسلام راشدین کے زمانہ میں متروک تھی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کلیتہً متروک تھی لیکن دلیل میں یہ نہیں کہا کہ انکے زمانہ میں سب کے سب اسلام میں تلوار و قہر کے ساتھ داخل ہوتے تھے نہ طوعاً ور غبتہً بلکہ کہا ہے کہ غالباً اس طرح داخل ہوتے تھے جس سے ثابت

ہوتا ہے کہ کچھ لوگ اسکے خلاف تالیف قلوب اور اظہار دلیل کے ساتھ طوعاً اور رغبۃً داخل ہوتے تھے جن سے سنت رسول اللہ کے مطابق وہ بیعت اسلام لے سکتے تھے تو پھر اسکا کلیۃً متروک ہونا کسطرح ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کیا اور نہ ثابت ہے کہ جو بیعت کل سے نہ لیجا سکتی ہو وہ اس بعض سے بھی نہ لینی چاہیئے کہ جن سے باقاعدہ اور موافق سنت رسول اللہ لیجا سکتی ہو۔ اور اگر کل کی نہ ہو سکنے سے بعض کی بھی نہیں ہو سکتی تو پھر اس ہی منتظمین پیغام کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا۔ کہ احمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں سے تو بیعت نہیں لینی چاہیئے۔ ہاں دوسروں سے بیعت لے لینی چاہیئے۔

کیا غیر راشدین کے زمانہ میں بیعت بالکل متروک تھی؟

پھر بیعت اسلام کے متروک ہونکی نسبت جو عبارت قول الجمیل میں ہے اور پیغام والوں نے اسکو چھوڑ دیا ہے مذکورہ بالا عبارت کے بعد یوں ہے واما فی غیرھم فلانھم کانوا فی الاکثر ظلمۃ فسقۃ لا یھتمون باقامۃ السنن۔ یہاں پر بھی وہی حال ہے کہ دعویٰ تو کلیہ ہے کہ سب خلفاء غیر راشدین کے عہد میں بیعت اسلام متروک تھی اور کسی سے نہ لیجاتی تھی۔ حالانکہ پھر ان سب خلفاء کو ظالم و فاسق نہیں کہا بلکہ اکثر کو کہا ہے تو پھر قلیل کے زمانہ میں تو متروک ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی اسی طرح کسی خلیفہ کے ظالم و فاسق ہونے سے بھی کوئی یہ لازم نہیں آتا۔ کہ سب سنتوں کو بالالتزام کلیۃً ہی وہ ترک کرتا ہو۔

بیعت نہ لئے جانے کے اور وجوہات

پھر آگے پیغام نے یہ عبارت نقل کی ہے وکذلک بیعۃ التمسک بحبل التقویٰ کانت متروکۃ اما فی زمان الخلفاء الراشدین فلکثرۃ الصحابۃ الذین استنارو ابصحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتادبوا فی حضرتہ فکانوا لا یحتاجون الی بیعۃ الخلفاء۔ واما فی زمن غیرھم فخوفاً من افتراق الکلمۃ وان یظن بھم مبایعۃ الخلافۃ فتھیج الفتن (یعنی تقوے کے لئے بیعت خلفاء راشدین کے زمانہ میں اسلئے متروک تھی۔ کہ

کہ وہ نبی کریم کے فیض صحبت سے مستفیض تھے پس بیعت خلفاء کی کیا ضرورت ہے غیر راشدین کے زمانہ میں اسلئے بیعت نہ کرتے کہ افتراق کلمہ ہوگا اور فتنے اٹھینگے) اسکے آگے یہ عبارت بھی کتاب میں ہے وکانت الصوفیۃ یومئذ یقیمون الخرقۃ مقام البیعۃ ثم لما اندرس ھذا الرسم فی الخلفاء انتھز الصوفیۃ الفرصۃ وتمسکوا بسنۃ البیعۃ واللہ اعلم۔ یہاں پر پہلی فصل ختم ہوجاتی ہے لیکن پیغام نے اس عبارت کو بھی چھوڑدیا ہے۔

یہ وجوہات بھی صحیح نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس عبارت میں بھی نہ کوئی آیت ہے۔ اور نہ حدیث بلکہ محض اپنی خیالی باتیں ہیں۔ پھر اس بیعت کے راشدین کے زمانہ میں متروک ہونیکی جو خیالی دلیل ذکر کی ہے وہ بھی بالکل ناتمام ہے کیونکہ اول تو صحابہ کے سوا اور بہت لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور وہ اس بیعت کے محتاج بھی تھے پھر ان سے بیعت نہ لینے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی اور صحابہ سے بیعت نہ لینا ان سے بیعت نہ لینے کو مستلزم نہیں ہوسکتا۔ پھر خصوصاً جبکہ وہ حقیقت میں صحابہ سے بھی بعض زمانوں میں بہت ہی زائد تھے (۲) پھر صحابہ میں بھی بعض کمزور موجود تھے جن کی کمزوریوں کا حدیثوں میں اور تاریخ اسلام میں صاف صاف ذکر موجود ہے۔ بقول پیغام صفائی باطن) میں وہ تو ابھی مزید امداد کے محتاج تھے۔ پھر خلفائے راشدین کے سوا دوسرے صحابہ جو آنحضرتؐ کی صحبت سے روشن ہو چکے تھے اس میں شک نہیں کہ وہ سارے کے سارے خلفاء کے برابر ہی روشنی نہیں حاصل کر چکے تھے بلکہ ابھی وہ مزید روشنی حاصل کرنے کے محتاج تھے۔ تو جس طرح اصل روشنی حاصل کرنے میں بیعت کی احتیاج بھی اسی طرح مزید روشنی حاصل کرنے اور اسکی تکمیل کرنے میں بھی بیعت کی احتیاج ہوتی ہے۔ پس اس خیالی دلیل سے کلیۃً ترک ثابت نہیں ہوتا (۳) خصوصاً پھر صوفیائے کرام کے اجماع پر جب نظر کیجائے کہ چاروں سلسلے

حسن بصریؒ وغیرہ کے ذریعہ سے حضرت علی اور حضرت ابوبکر سے جاری ہوئی ہیں۔ تو بیعت کا کلیۃً متروک ہونا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اور اسکا حضرت شاہ صاحب کو بھی اقرار ہے اور انکار نہیں ہے اور اسی طرح افتراق کلمہ کے خوف اور مبایعت خلافت کے ظن کی بات بھی بالکل فرضی ہے۔

کیا بیعت واجب نہیں ہے

اسکے بعد دوسری فصل کی یہ عبارت نقل کی ہے فاقول اما المسئلۃ الاولی فاعلم ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ لان الناس بایعوا النبی ﷺ و تقربوا بہا الی اللہ تعالی ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکہا ولم ینکر احد من الائمۃ علی تارکہا فکان کالاجماع علی انہا لیست بواجبۃ۔ اور ان عبارتوں کا ترجمہ مولوی خرم علی کے ترجمہ قول الجمیل مسمّٰی بہ شفاء العلیل سے ساتھ ساتھ نقل کیا ہے اور اس آخری عبارت کے ترجمہ کے بعد مولوی خرم علی صاحب نے اپنی طرف سے ایک فائدہ لکھا ہے اسکو بھی پیغام نے یہاں نقل کیا ہے لہٰذا ہم بھی اسکو نقل کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے ف اور اگر بیعت تقویٰ واجب ہوتی تو بالضرور اسکے تارک پر انکار وارد ہوتا۔ تو معلوم ہو گیا کہ بیعت سنت ہے اسواسطے کہ حقیقت سنت بھی یہی ہے کہ فعل مسنون بلادلیل تقرب الی اللہ کا موجب ہو۔

شاہ صاحب صوفیانہ بیعت کو سنت (غیر واجب) فرماتے ہیں

اس عبارت کی نسبت میں اسقدر لکھدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب سب بیعتوں کو سنت اور غیر واجب نہیں قرار دیتے ہیں بلکہ یہ اس بیعت کو سنت کہہ رہے ہیں جس کو غیر مقلد اور صوفیا کے مخالف لوگ بدعت کہا کرتے ہیں چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ مولوی عبد اللہ غزنوی بیعت لیا کرتے تھے اور مولوی غلام علی قصوری انکی بیعت کو بدعت کہکر ہمیشہ نفرت دلایا کرتے تھے چنانچہ شاہ صاحب نے پہلی فصل میں اس بحث کی تمہید میں لکھا ہے فظن قوم انہا مقصورۃ علی قبول الخلافۃ وان الذی تعتادہ الصوفیۃ

من مبایعۃ المتصوفین لیس لشیئی وھذا ظن فاسد الخ تو بعض لوگوں
نے یہ خیال کیا ہی کہ بیعت قبول خلافت کے ساتھ مخصوص ہی اور چونکہ صوفیوں کی عادت
ہی کہ وہ متصوفین کی بیعت لیا کرتے ہیں وہ کچھ چیز نہیں ہے حالانکہ یہ فاسد خیال ہی الخ
اسی طرح اس عبارت کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں واما المسئلۃ
الثانیۃ (ما الحکمۃ فی شرعھا) فاعلم ان اللہ اجری سنۃ ان یضبط
الامور الخفیۃ المضمرۃ فی النفوس بافعال واقوال ظاھرۃ وینصبھا مقامھا
کما ان التصدیق باللہ ورسولہ والیوم الاٰخر خفی فاقیم الاقرار مقامہ
وکما ان رضی المتعاقدین بیدل الثمن والمبیع امر خفی فاقیم الایجاب
والقبول مقامہ فکذٰلک التوبۃ والعزیمۃ علی ترک المعاصی والتمسک بحبل
التقوٰی خفی مضمر فاقیمۃ البیعۃ مقامھا (دوسرا مسئلہ اسکے شروع کرنے میں کیا
حکمت ہی) پس جان کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی سنت کو یوں جاری کیا ہی کہ وہ ان امور کو جو
نفوس میں پوشیدہ ہوتے ہیں ظاہری افعال واقوال کے ساتھ انکو ضبط کرتا ہی اور ان افعال
واقوال کو ان مخفی امور کے قائمقام کر دیتا ہے مثلاً تصدیق باللہ وتصدیق بالرسول والیوم
الآخر مخفی امر ہے تو انکا قائمقام اقرار بنایا گیا اور جیسا کہ مشتری وبائع کی رضامندی
قیمت اور مبیع کے متعلق ایک امر مخفی ہی ایجاب وقبول کو اسکا نشان بنا دیا۔ اسی طرح
توبہ اور ترک معاصی اور تمسک بحبل التقوٰی پر عزم ایک امر مخفی ہی پس بیعت کو اس کا
قائمقام ٹھہرایا گیا) تو جس طرح پہلی عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ صوفیوں والی بات
کو بدعت سے نکال کر سنت ثابت کر رہے ہیں اسی طرح اس عبارت سے بھی ثابت ہی کہ یہاں
پر بیعت سے صوفیانہ بیعت مراد ہے جس کو بیعت توبہ اور بیعت تمسک بحبل التقوٰی وغیرہما
کے ساتھ بھی موسوم کرتے ہیں۔ اور اسی لئے جو فائدہ خود پیغام نے مولوی خرم علی کے ترجمہ
سے نقل کیا ہی جو پہلے ذکر ہو چکا ہی اس میں اسکو بیعت تقوی کے ساتھ یاد کیا ہی۔ جو کہ

صوفیانہ بیعت ہوتی ہی پس ثابت ہوا کہ جس بیعت کو شاہ صاحب سنت غیر واجب کہہ رہے ہیں وہ صوفیانہ بیعت ہی۔ جس کو غیر مقلد اور مخالفین صوفیا بدعت کہا کرتے تھے نہ بیعت خلافت اور نہ مطلق بیعت۔ اور ہمیں اسکا وجوب ثابت کرنیکی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ انشاء اللہ آگے ظاہر ہو جاویگا۔

یہ اعتراض کہ خلفاء کی بیعت پیری مریدی کی بیعت نہیں تھی

اس سب عبارت اور اسکے ترجمہ اور فائدہ مذکور کے نقل کر نیکے بعد پیغام میں لکھا ہی کہ مذکورہ بالا ملفوظات سے معلوم ہوتا ہی بلکہ یہ بات نہایت واضح طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہی کہ خلفاء کی بیعت پیری مریدی کی بیعت نہ تھی اور ایک سلطنت کی بیعت تھی۔ باایں ہمہ پرانے اصحابوں کے لئے جو صحبت رسول سے کامل طور پر مستفیض ہو چکے تھے بیعت کرنی ضروری نہ تھی خدارا ہمارے فتوے باز بھائی اسے غور سے پڑھیں اور رجوع فرماویں۔

شاہ صاحبکی عبارت سے اگر یہ مانتے ہو کہ خلفاء کی بیعت واجب نہ تھی تو یہ بھی مانو کہ اسلام بذریعہ شمشیر پھیلا

ان ملفوظات کا حال تو مینے ساتھ ساتھ مفصل کھولکر بتا دیا ہے اور اگر باوجود اس حالت کے پھر یہ ملفوظات قرآن مجید و حدیث کے ساتھ ثابت شدہ فتووں سے رجوع کرانیکے موجب ہو سکتے ہیں تو پہلے ان ملفوظات کی وجہ سے آپ خود اسلام کے تلوار کے ساتھ کرہاً نہ پھیلایا جانیکے اعتقاد سے رجوع کر کے مشتہر کردیں کہ جناب شاہ صاحب کے ملفوظات کا پہلے ہمیں علم نہ تھا۔ اس لئے ہم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اسلام تلوار کے ساتھ کرہاً نہیں پھیلایا گیا۔ لیکن اب ہم اس سے رجوع کر کے صاف اقرار کرتے ہیں کہ اور تو کیا خود خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اسلام تلوار کے ساتھ کرہاً پھیلایا گیا ہے اور دلائل بیان کرتے اور تالیف قلوب کے ساتھ رغبۃً نہیں پھیلا۔ اور اس اشتہار کے بعد آپ اوروں کو بھی ان اعتقادوں سے رجوع کی ترغیب دیں جن کے خلاف ان ملفوظات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اور مینے یہ بھی بتا دیا کہ کسی آیت یا حدیث کو شاہ صاحب نے پیش نہیں کیا۔ اور فقط ان کا

قول کوئی حجت شرعی نہیں ہے نیز یہ بھی بتا دیا ہے کہ جن وجوہات خیالی سے انہوں نے بیعت اسلام اور بیعت تقوے کے خلفاے راشدین کے زمانہ میں متروک ہونے کو ثابت کرنیکی کوشش کی ان سے انکا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

شاہ صاحب کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلفاء کی بیعت صرف سلطنت کی بیعت تھی

لیکن انکے کلام سے یہ ثابت کرنا کہ خلفا کی بیعت صرف ایک سلطنت کی بیعت تھی اور پیری مریدی کی بیعت نہ تھی محض غلط ہے اور اس غلطی کی بنا خلافت کے مفہوم وحقیقت پھر خصوصاً خلافت راشدہ کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔

پہلے خلافت کی حقیقت سمجھو

خلافت کی حقیقت حضرت مسیح موعود نے الوصیۃ میں پوری پوری بیان فرما دی ہے جہاں بیان فرمایا ہے کہ جن ہدایات کو اسوقت خداوند تعالے پھیلانا چاہتا ہے انکی تخم ریزی تو نبی کے ہاتھ سے کرا دیتا ہے پر تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کراتا۔ بلکہ ان سب مقاصد کی تکمیل قدرت ثانیہ کے ذریعہ سے کراتا ہے۔[1] جو کہ ابوبکر اور یوشع اور پطرس کی طرح خلیفہ ہوتی ہے پس خلافت کے معنی یہاں پر سلطنت کے نہیں بلکہ نبی کی جانشینی اور قائمقامی کے ہیں۔ اور نبی کے مقاصد سلطنت پر بند نہیں کہ اسکی جانشینی سلطنت ہی میں محصور ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی آنحضرت کے خلیفہ تھے اور آپکی خلافت کوئی سلطنت نہ تھی۔ قرآن مجید میں خبر دیگئی تھی لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم اور صحیح بخاری کی حدیث ہے کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول۔ اعطوا حقہم فان اللہ سائلہم عما استرعاہم بنی اسرائیل میں انبیاء سیاست کیا کرتے تھے ایک نبی فوت ہوتا تو اسکا خلیفہ نبی بنتا میرے بعد ایسا کوئی نبی نہیں ہاں خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے

[1] یہ خلاصہ مطلب ہے۔

عرض کیا پھر ہمیں کیا ارشاد ہے فرمایا پہلے کی بیعت کو پورا کرو پھر پہلے کی انکا حق انہیں دو اور اُن سے انکی نگہبانی کے متعلق اللہ باز پرس کریگا) اور اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے السیاسۃ القیام علی الشیٔ بما یصلحہ کذا فی المجمع۔ قال فی الفتح ای انہم کانوا اذا ظہر فیہم فساد بعث اللہ لہم نبیاً یقیم لہم امرھم ویزیل ما غیّروا من احکام التوراۃ۔ اسی طرح تاج العروس میں لکھا ہے فلان مجرب قد ساس وسیس علیہ) ای (اُدّب واُدّب) وفی الصحاح ای امر واُمِر علیہ والسیاسۃ القیام علی الشیٔ بما یصلحہ

خلفاء سلسلہ محمدیہ وخلفاء سلسلہ موسویہ

سو آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسی طرح خلیفے اس امت میں بھی بنائیگا جس طرح پہلے بنی اسرائیل وغیرہ میں بنائے تھے پھر صحیح بخاری کی حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں جب ایک نبی فوت ہوتا تھا تو اسکا خلیفہ نبی ہوتا تھا۔ پھر بائبل اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں بعض نبی نبوت کے علاوہ بادشاہ بھی تھے۔ اور بعض خود بادشاہ نہ تھے بلکہ انکے زمانہ میں کوئی غیر نبی بادشاہ ہوتا تھا۔

سیاست صرف سلطنت کے وجود سے خاص نہیں

لیکن آنحضرتؐ اس حدیث میں بنی اسرائیل کی سیاست کو انبیاء کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ تو اب اس سے صاف صاف یہ ظاہر ہوا۔ کہ سیاست جو کہ قیام علی الشیٔ بما یصلحہ۔ اور تادیب اور امر ونہی کرنا ہے یہ کوئی سلطنت ہی کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ بعض اوقات خالص دینی سیاست ہوتی ہے جیسا کہ ایک غیر بادشاہ نبی یا ولی اپنی جماعت پر قائم ہو کر اسکی اصلاح کرتا ہے اور اسکو دینی ادب سکھلاتا اور امر ونہی کرتا ہے۔

نبی کے خلیفہ کا اصل کام سیاست دینی ہے۔

(۱) اور بعض اوقات دینی سیاست کے علاوہ ملکی سیاست بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ ایک نبی یا ولی جو کہ اپنی جماعت کا بادشاہ

بھی ہو تو یہ دینی اور ملکی دونوں سیاستیں اپنی جماعت پر کریگا۔ (۲) اور کامل دین میں چونکہ ملکی سیاست بھی بیان ہوتی ہے۔ اور اسکے اصول اور اوامر و نواہی کی پیروی بھی عبادت اور موجب ثواب ہے اسلئے دینی سیاست کے ساتھ ملکر یہ ملکی سیاست بھی دینی سیاست ہو جاتی ہے (۳) اور بعض اوقات محض ملکی سیاست ہوتی ہے جیسے دنیوی بادشاہ جو دینی پہلو سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ پس نبی کے خلیفہ کا اصل کام تو سیاست دینی ہے آگے اسکے ساتھ ملکی سیاست نہ ہو تو اس سے اسکی خلافت یا سیاست میں کوئی نقص عائد نہیں ہوتا اور اگر اسکے ساتھ ملکی سیاست بھی ہو تو پھر وہ بھی دینی سیاست ہی کی ایک شاخ ہو جاتی ہے اور نبی جب دونوں سیاستوں کا جامع ہو تو جس طرح اس کے اتباع میں سے اسکے بعد اسکی قوم پر خالص دینی سیاست کرنیوالا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور جس طرح کہ دینی و دنیوی دونوں سیاستیں کرنیوالا خلیفہ ہوتا ہے۔

چونکہ اصل مقصود دینی تادیب ہے اسلئے صرف دنیوی سیاست سے خلیفہ نبی نہیں کہلا سکتا

اسی طرح محض دنیوی اور ملکی سیاست کرنے والا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور دینی سیاست کا اسکو حصہ نہیں ملتا وہ بھی گو اس لحاظ سے اپنے پیشوا نبی کا خلیفہ ہی ہے کہ اسکی جماعت پر اسکی دو سیاستوں میں سے ایک سیاست کر رہا ہے لیکن چونکہ اصل اور اہم مقصد نبی کا سیاست دینی ہوتی ہے اور دنیوی سیاست دینی کے ساتھ ملکر اور اسکے تابع ہو کر اسکے مقاصد میں داخل ہوتی ہے اور جب دینی سے بالکل علیحدہ ہو جائے تو پھر وہ اسکے مقاصد میں شمار نہیں ہو سکتی اسلئے انبیاء اسکو شمار میں نہیں لاتے۔

خلفاء راشدین کون ہیں

اور خلفاء راشدین وہ ہیں جن میں سیاست دینی اور دنیوی دونوں جمع تھیں اسلئے آنحضرت صلعم نے انکی خلافت کو خلافت راشدہ اور انکو الراشدین المھدیین فرمایا ہے عجیب بات ہے کہ وہ مہدی بھی ہوں اور پھر ان میں سیاست روحانی اور دین کا نام و نشان نہ ہو اور محض سیاست دنیوی ہی رکھتے ہوں جیسے کہ اور

دنیوی بادشاہ رکھا کرتے ہیں۔

اگر خلفاء صرف دنیوی بادشاہ تھے تو صوفیا اپنا سلسلہ کیوں انسے ملاتے ہیں

پھر کیسی تعجب کی بات ہو کہ دنیا بھر کے جسقدر صوفیاء ہوئے ہیں یا ہیں۔ وہ ان چاروں بڑے سلسلوں کی بیعت کا سلسلہ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اگر ان کی بیعت محض سلطنت کی بیعت تھی تب تو یہ چاروں سلسلے مصنوعی ہیں۔ اور سب صوفیاء محض افتراء کرتے رہے ہیں۔ خود یہی شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسکے قائل اور مدعی ہیں۔ اسی کتاب قول الجمیل میں آپ نے اپنی پیری مریدی کے سلسلوں کو یعنی نقشبندی قادری چشتی کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ متصل کیا ہے۔ اور اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان خلفاء راشدین نے ایک دو آدمیوں سے خاص پیری مریدی کی بیعت لی تھی کیونکہ عام تجربہ اور مشاہدہ یہی ہوتا چلا آیا ہو کہ ہزاروں بیعت کرنے والوں سے کوئی کوئی اس سلسلہ کا اپنے مرشد کی طرح پیشوا اور بیعت لینے والا بنتا ہے۔

نبی کی بیعت میں دینی دنیوی سیاست شامل تھی

پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح سوائے بعض خاص ضرورتوں کے آنحضرتؐ جو بیعت لیتے تھے وہی ایک بیعت بیعت اسلام بیعت تقوی بیعت سیاست دینی و دنیوی ہوتی تھی کیونکہ بیعت کی حقیقت اطاعت فی المعروف اور شہادت بایمان اجمالی اور تبری عن المعاصی ہو چنانچہ قرآن مجید میں جو بیعت آنحضرت صلعم کی بیان ہوئی اسکی حقیقت بھی یہی ہے۔ سورہ ممتحنہ میں فرمایا ہے یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا و لا یسرقن و لا یزنین و لا یقتلن اولادھن و لا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن و ارجلھن و لا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ۔ پھر آنحضرتؐ کی اس قسم کی بیعت جہاں مروی ہے اسکی حقیقت بھی یہی ہے۔ پھر اسی قول الجمیل میں ہو واما المسئلۃ السابعۃ فاعلم ان اللفظ

الماثور عن السلف ان یخطب الشیخ بالخطبۃ المسنونۃ.... ثم یلقنہ الایمان الاجمالی فیقول قل اٰمنت باللہ وبما جاء من عند اللہ علی مراد اللہ واٰمنت برسول اللہ وبما جاء من عند رسول اللہ علی مراد رسول اللہ وتبرأت من جمیع الادیان وجمیع العصیات واسلمت الاٰن واقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ ثم یقول قل بایعت رسول اللہ بواسطۃ خلفاءہ علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت ان استطعت الیہ سبیلاً ثم یقول قل بایعت رسول اللہ بواسطۃ خلفائہ علی ان لا اشرک باللہ شیئاً ولا اسرق ولا ازنی ولا اقتل ولا اتی ببھتان افتریہ بین یدی ورجلی ولا اعصیہ فی معروف - اور خطبہ مسنونہ جو لکھا ہے اسمیں استغفار بھی صحیح ہے - اور ان الفاظ کو ماثور عن السلف کہا ہے اور یہ بھی اس حقیقت پر مشتمل ہیں -

خلفاء اربعہ کی بیعت میں بھی دونوں باتیں ہونگی

اسی طرح خلفاء راشدین کی بیعت بھی ان سب بیعتوں کو شامل تھی - کیونکہ الطاعت فی المعروف ایسا وسیع مفہوم ہے کہ ہر ایک سیاست کو اور ہر ایک امر ونہی اور حکم کو شامل ہے - خواہ سیاست دینی ہو - یا سیاست دنیوی ہو - کیونکہ دونوں کے متعلق معروف احکام ہیں - پس اگر بیعت لینے والا دونوں قسم کی سیاست کا اہل ہے تو اسکی بیعت کے یہ الفاظ دونوں قسم کو شامل ہونگے اور اگر وہ دونوں میں سے ایک ہی سیاست رکھتا ہو اور دوسری سے اسکو حصہ نہ ملا ہو - تو پھر وہ ایک ہی مراد ہوگی -

خلفاء موسوی تو دینی دنیوی مقتدا ہوں اور خلفاء محمدی محض دنیوی

کیا ہی تعجب انگیز قول ہے کہ بنی اسرائیل کے خلفاء تو دینی اور دینی اور دنیوی سیاست کے جامع ہوں لیکن سید ولد آدم کی امت خیر امت میں خلفاء اور خصوصاً خلفاء راشدین محض دنیوی

بادشاہ اور سیاست دینی اور ولایت اور مرشدیت بلکہ پیری سے بھی محروم ہوں اور جب انکی بیعت پیری مریدی کی نہ ہوئی تو پھر صوفیوں کے سلسلے ہی غلط ہوئے کیونکہ وہ تو انہی پیری مریدی کی بیعت کے واسطہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ اپنے سلسلوں کو ملاتے ہیں اور انکی ماثورہ بیعت بھی غلط ہوئی جس میں وہ بواسطہ خلفاء آنحضرتؐ کی بیعت کرتے ہیں۔ اور یہ بیعت جو دونوں قسم کی بیعت کو شامل ہے اور جو کہ پیری مریدی کی بیعت سے ارفع تر ہیں اور جس کے میسر نہ آنے کی صورت میں پیری مریدی کی بیعت پر کفایت کیجاتی ہے پرانے سے پرانے اور کامل سے کامل صحابی رضؓ کو بھی اس سے چارہ نہیں جیسا کہ انکو بیعت سیاست دنیوی سے چارہ نہیں تھا۔

خلفاء کی بیعت کیلئے رسول اللہ کا حکم

یہی وجہ ہے کہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کے دریافت کرنے پر انکو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ہے کہ فوا بیعۃ الاول فالاول تو اگر صحابہ اور پرانے یا بہت پرانے صحابہ کے لئے بیعت کی ضرورت و حاجت نہ تھی اور نہ انھوں نے بیعت کرنی تھی تو پھر ہر ایک اول خلیفہ کی بیعت کے ایفا کا ارشاد کیسا؟

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی

پھر مشکوۃ باب الانذار و التحذیر میں امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی کی روایت سے حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قال رسول اللہ تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہ اللہ تعالیٰ ثم یکون ملکا عاضاً فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم یکون ملکاً جبریۃ فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ثم سکت الخ۔ تو اس حدیث میں آنحضرت نے خلافت اولی خلافت راشدہ کو علیٰ منہاج النبوۃ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ نبوت میں تو بیعت سیاست دینی ضروری

اور سب کے لئے ضروری ہے تو پھر جو خلافت اس نبوت کے منہاج اور طریق پر ہے۔ اس میں سیاست روحانی اور دینی کی کسطرح نفی ہو سکتی ہے اور کسطرح کوئی اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے پھر حدیث مذکور میں خلافت اولی خلافت راشدہ اور خلافت اُخری خلافت مسیح و مہدی اور آپ کے سب خلفاء کی خلافت کو (جسکا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں جیسا کہ مسیح موعود نے الوصیۃ میں صاف فرما دیا ہے کہ وہ دائم ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور جس کے قیامت تک ممتد ہونے کو آنحضرت صلعم نے باوجود موقعہ بیان کے اسپر سکوت فرما کر بتا دیا کہ وہ غیر منقطع ہے) علی منہاج النبوۃ فرمایا ہے۔

خلافت اخری سیاست دنیوی پر مشتمل نہیں۔

لیکن واقعہ نے بتا دیا ہے کہ خلافت اخری خلافت مسیح موعود جو علی منہاج النبوۃ ہے سیاست دنیوی پر مشتمل نہیں ہے کہ اسکی بیعت بیعت سلطنت اور بیعت سیاست دنیوی ہوتی۔ بلکہ اس کی خلافت سیاست روحانی پر مشتمل ہے لہذا آپ کی بیعت بھی بیعت سیاست روحانی ہے۔

خلافت راشدہ میں سیاست روحانی ضروری ہوتی ہے

تو اب خلافت راشدہ جو کہ خلافت مسیح موعود کیطرح منہاج نبوت پر ہے وہ کس طرح محض خلافت سیاست دنیوی ہو سکتی ہے جس میں سیاست روحانی کا کوئی دخل ہی نہ ہو۔ بلکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہاں پر بھی ضرور سیاست روحانی تھی بلکہ اصل وہی تھی جس پر نبوت کی نظر ہوتی ہے اور دنیوی سیاست بالتبع اسکے ساتھ تھی جس کا ہونا خلافت علی منہاج النبوۃ میں ایسا ہی کوئی ضروری نہیں جیسا کہ نبوت میں اسکا ہونا ضروری نہیں پر اگر ہو تو کچھ مضر اور حارج بھی نہیں۔

خلافت کی بیعت سے کوئی کامل سے کامل مستغنی نہیں

اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح مومن کامل سے کامل اتباع اور بیعت نبوت سے مستغنی نہیں ہو سکتا اسی طرح خلافت علی منہاج النبوۃ کے اتباع اور بیعت سے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا

اور جس طرح مسیح موعود کی خلافت علیٰ منہاج النبوت کے زمانہ میں خواہ کوئی کتنا ہی باکمال اور ولی اللہ کیوں نہ ہو۔ وہ آپ کے اتباع اور بیعت سے مُستغنی نہیں ہو سکتا اسی طرح خلفاء راشدین کی خلافت اولیٰ علی منہاج النبوت کے وقت میں بھی خواہ کوئی کتنا ہی پرانا صحابی ہو یا کتنا ہی باکمال ہو انکی اتباع اور بیعت سے مستغنی نہیں۔

دینی اتحاد کے لئے بھی ایک جماعت کی ضرورت ہے

اسکے علاوہ جس طرح سیاست ملکی اور دنیوی کے لئے اتحاد اور جماعت کی ضرورت ہوتی ہے اور بدوں اتحاد اور جماعت کے اس قسم کی دنیوی سیاست اور دنیوی خلافت ہو سکتی ہی نہیں اسی طرح روحانی اور دینی سیاست اور دینی خلافت کے لئے بھی اتحاد اور جماعت کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے اہل اسلام کا میانہ رو فرقہ خلافت بمعنی سلطنت کے کھو دینے پر بھی اپنے آپکو اہل سنۃ والجماعۃ کہلانے پر مجبور ہوا ہے۔ گو انکو جماعت کی حقیقت بھی بھول گئی تھی۔ جو کہ بدوں ایک امام کے مطاع ہونے کے ہو سکتی ہی نہیں۔

مختلف افراد جماعت جبھی کہلا سکتے ہیں کہ ایک امام کے ماتحت ہوں۔

طبری میں ہے قال بن حریث لسعید بن زید اشہدت وفات رسول اللہ قال نعم قال فمتی بویع ابو بکر قال یوم مات رسول اللہ کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ۔ قال فخالف علیہ احد قال لا الا مرتد او من قد کاد ان یرتد لولا ان اللہ عز وجل ینقذھم۔ ابن حریث نے سعید بن زید سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ کی وفات کے وقت حاضر تھے اسنے کہا ہاں پوچھا ابو بکر کی بیعت کب ہوئی اسنے جواب دیا کہ جس روز رسول اللہ فوت ہوئے صحابہؓ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ جماعت کی صورت میں نہ ہوں۔ اسنے کہا کیا کسی نے اسپر مخالفت کی اسنے کہا مرتد یا قریب ارتداد کے سوا اور کسی نے مخالفت نہیں کی اگر اللہ اسے نہ بچا لیتا۔

جس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ کا تو یہی اعتقاد تھا

کہ خلیفہ کی بیعت کے سوا جماعت نہیں ہوتی۔ خواہ جماعت دینی ہو یا جماعت دنیوی ہو۔ اور ملکر کام کرنیکے بھی یہی معنے تھے کہ ایک جماعت ہو کر کام کریں پس خلیفہ کی بیعت نہیں تو پھر جماعت ہے اور نہ ملکر کام کرنیکا نام ونشان ہے۔ اسی طرح جب مسیح کے خلیفہ کی بیعت نہ ہوئی تو پھر وہ لوگ مسیح کی جماعت کہلانیکے صحابہ کرام رضؓ کے رُو سے مستحق نہیں ہو سکتے اور نہ وہ تائید اور نصرت مل سکتی ہے جس کو آنحضرت نے ید اللہ علی الجماعۃ فرما کر بتایا تھا کہ جب خلیفہ کی بیعت نہیں تو پھر اہل سنت والجماعۃ کہلانے کے لائق بھی نہ رہے کیونکہ آنحضرتؐ کے جمیع صحابہ کا یہ اعتقاد ہے کہ خواہ نبی کی بیعت بھی کی ہو لیکن پھر بھی اگر آپ کے خلیفہ کی بیعت نہ ہوئی تو جماعت نہ ہو گی۔ اور جب جماعت ہی نہیں۔ تو پھر کوئی اہلِ جماعت کیونکر ہوا۔

فرقہ ناجیہ وہ ہے جو جماعت یعنی ایک امام کے ماتحت ہو

بلکہ ۷۳ فرقوں میں سے جو ناجی فرقہ ہے اگر خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرے تو اس فرقہ کے لوگ اپنے آپکو فرقہ ناجیہ کہلانیکے مستحق بھی نہ رہینگے۔ کیونکہ جب صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور وہ کون فرقہ ہوگا تو گو صحیح ترمذی کی حدیث میں حضورؑ کا جواب یہ مروی ہے کہ ما انا علیہ واصحابی لیکن امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد کی روایت میں بھی الجماعۃ آیا ہے پس جب ناجیہ فرقہ جماعت ہے اور دوسرے جماعت نہیں اور جماعت بجز خلیفہ وقت کی بیعت کے ہو ہی نہیں سکتی تو پھر خلیفہ وقت کی بیعت کے سوا فرقہ ناجیہ کہلانیکا حق دار کوئی کیونکر بن سکتا ہے

آخری زمانہ کے متعلق رسول اکرم کی ایک پیشگوئی

بالآخر میں یہاں پر ایک حدیث لکھتا ہوں مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم کے پاس کچھ مال آیا۔ اور آپ نے وہ بانٹا تو دہنے طرف والوں کو بھی دیا اور بائیں والوں کو بھی اور پیچھے والوں کو نہ دیا تو پیچھے سے ایک شخص نے کہا او محمدؐ تو نے تقسیم میں عدل نہیں کیا تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ واللہ تم میرے بعد کوئی شخص نہ پاؤ گے جو کہ مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا ہو۔ اور

پھر فرمایا یخرج فی اٰخر الزمان قوم کانّ ھٰذا منھم یقرأون القراٰن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ سیماھم التحلیق لایزالون یخرجون حتی یخرج اٰخرھم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموھم ھم شر الخلق والخلیقۃ۔ یخرج فی اٰخر الزمان قوم اور یخرج اٰخرھم مع المسیح الدجال قابلِ غور ہیں اور خروج امیرِ وقت کے حکم سے نکلنا ہے چنانچہ بالاتفاق سب اہلحدیث نے ان احادیث سے خلفاء کے حکم سے باہر نکلنے والے ہی مراد لیتے ہیں جنکو خوارج کہتے ہیں اور تحلیق کے معنے سر منڈانے کے بھی آتے ہیں لیکن صحابہ میں اسکا رواج تھا حضرت علی کا خود یہی معمول تھا پھر حج میں یہ شعائر اللہ سے ہے لہٰذا یہ علامت ٹھیک نہیں ہوسکتی اور ایسی بات کو بعض شراح نے محسوس کر کے تحلیق کے وہ معنی بھی لکھ دیئے ہیں جو کہ بالکل صحیح اور علامت بن سکتے ہیں چنانچہ لمعات حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے وقد یراد بہ تحلیق القوم واجلاسہم حِلقاً حِلقاً یعنی تحلیق سے مراد مجلسیں بنانا ہے آخر میں دعا ہے کہ خداوند کریم سمجھ اور خشیۃ اللہ اور ہدایت اتباع حق کی توفیق عنایت فرمائے آمین ثم آمین

خاکسار محمد سرور عفا اللہ عنہ

مسئلہ نبوت

اور

حقیقۃ و مجاز

اہمیت مسئلہ حقیقۃ و مجاز حقیقۃ و مجاز کا مفہوم نہ سمجھنے کے باعث بہت لوگ ایک حقیقۃ کو مجاز پر محمول کر کے یا ایک مجاز کو حقیقت پر محمول کر کے سخت سے سخت غلطیوں میں پڑتے ہیں چنانچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جو لفظ نبی اللہ کا احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے اسکی نسبت جو بعض لوگوں کو غلطی واقع ہوئی ہے۔ وہ اسی پر مبنی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نبوت کا لفظ کئی مختلف معنوں پر اطلاق پاتا ہے اور کئی مختلف مفہوموں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کثرت معنوی کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کثرت معنوی کی پہلے تفصیل کر دی جائے۔

کثیر المعنی کی اقسام سو واضح ہو کہ (۱) جو لفظ کئی ایک ایسے معانی دیتا ہو جن میں سے ہر ایک کے لئے وہ ابتداء سے موضوع ہو تو اسے حقیقۃ کہتے ہیں۔ اور ان معنوں میں سے ہر ایک معنی اسکا حقیقی معنی ہوگا نہ مجازی (۲) اور جو لفظ کئی ایک معانی کے لئے مستعمل تو ہو لیکن ان معانی میں سے کسی ایک معنے کے لئے تو وضعاً بولا جاتا اور باقی معانی پر محض کثرت استعمال کے باعث دلالت کرتا ہو ورنہ دراصل وہ دوسرے معنی کے لئے موضوع نہ ہو تو وہ بھی ان میں سے ہر ایک معنی کے حق میں حقیقۃ ہی ہے نہ مجاز ہاں ان دونوں قسموں میں ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلی قسم اپنے ہر ایک معنی کے لئے حقیقۃ وضعی کہلائیگی۔ اور دوسرے معنی کے لئے حقیقۃ عرفی یا مجاز متعارف اور (۳) اگر ایک لفظ کئی معنے پر دلالت کرتا ہو جن میں سے بعض پر تو وضع یا عرف عام کی وجہ سے دلالت کرے اور بعض پر وضع

کی وجہ سے اور نہ عرف عام کی وجہ سے بلکہ محض کسی دیگر مناسبت کی وجہ سے دلالت کرتا ہو ورنہ در اصل اس لفظ سے وہ معنی خود بخود نہ سمجھے جاتے ہوں تو مجاز کہلائیگا۔

اقسام حقیقت و مجاز

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت کی بھی دو قسمیں ہیں اور مجاز کی بھی دو حقیقت کی دو قسمیں یہ ہیں۔ (۱) حقیقت وضعیہ (۲) حقیقت عرفیہ یا مجاز متعارف۔ اور مجاز کی دو قسمیں یہ ہیں (۱) مجاز وضعاً (۲) مجاز عرفاً

اصطلاحات از قسم حقیقت ہیں

اسکے بعد یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اصطلاحات حقیقت کی قسم میں سے ہیں نہ مجاز کی قسم میں سے اور نیز یہ کہ ایک ہی لفظ کئی ان مختلف اصطلاحی معنے کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کے لئے وہ حقیقۃً مستعمل ہوتا ہے نہ مجازاً۔ اور ان میں سے کسی ایک معنی کی مناسبت اور علاقہ کی وجہ سے اگر وہ لفظ کسی اور معنی پر دلالت کریگا۔ تو وہ ایسے معنے کے لئے مجاز کہلائیگا۔

نبی کے معنی باعتبار اقسام مندرجہ بالا کے

واضح ہو کہ نبی کا لفظ نبوت سے ماخوذ ہے جسکے وضعی معنے صرف خبر دینے کے ہیں پس جب یہ وضعی معنے کے اعتبار سے خبر دینے کے لئے مستعمل ہوگا تو اسوقت حقیقت ہی کہلائیگا نہ مجاز۔ اور اس صورت میں اسکا نام حقیقۃ وضعیہ ہوگا۔ اور اگر اس معنے کی مناسبت کو مدنظر رکھکر کسی اور معنے کے لئے یہی لفظ بولا جائیگا۔ تو اس معنی کے لئے مجاز کہلائے گا نہ کہ حقیقت۔ اور اسی لفظ نبوت کے دو اور معنی بھی ہیں جن میں سے ہر ایک معنی اصطلاحی اور عرفی ہے نہ وضعی اور وہ یہ ہیں (۱) صاحب شریعت ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہار علی الغیب کا شرف پانا پہلے معنی کے لئے لفظ نبوت اگرچہ موضوع نہیں ہے۔ تاہم چونکہ پہلے تمام نبی ایسے ہی آتے رہے جن میں سے کوئی بھی امتی اور ظلی نہیں تھا یعنی ان میں سے کسی کی نبوت کسی اور نبی سے مستفاد نہیں تھی اور اسی وجہ سے انہیں اہل عرف اور عامۃ الناس صاحب شریعت سمجھتے رہے کیونکہ وہ اپنی نبوت میں غیر تابع ہونیکے باعث جن لوگوں کے مطاع تھے

انکو انہوں نے بلا واسطہ غیرے شریعت پر چلایا۔ اسلئے وہ بذات خود صاحب شریعت سمجھے گئے اور ایسے ہی نبی ہمیشہ آتے رہے اس لئے استعمال عام اہل اسلام میں اور عرف عام میں بطور اصطلاح لفظ نبی اس عرفی مخصوص معنے کے رُو سے ایسے انبیاء کے لئے حقیقۃ عرفیہ ہوگیا۔ اور ایسے نبی کے لئے جو ظلّی نبی ہو یعنی اسکی نبوت ان سے بلا واسطہ نہ ملی ہو۔ بلکہ اور نبی کے واسطہ سے ملی ہو اسکے لئے یہ لفظ اس معنی کے رُو سے مجاز و استعارہ کہلایا۔

(۲) اور اسکے دوسرے اصطلاحی معنے کے لئے اسکا استعمال اللہ تعالے نے کیا اور اپنے تمام انبیاء کے لئے اعنی جن پر اسنے اظہار علی الغیب کی نعمت نازل فرمائی ہمیشہ یہی لفظ بولا سو یہ معنی بھی اصطلاحی معنی ہیں پس اللہ تعالے کے کلام میں جس جگہ یہ لفظ واقع ہو اور اس سے مراد مُظہرِ علی الغیب ہو وہاں یہ لفظ حقیقت کہلائیگا اور اگر بالفرض الہام الٰہی میں اس معنی کے سوا کسی اور معنی کے واسطے یہی لفظ مستعمل ہو تو اسے مجاز کہینگے۔ پس پہلی صورت میں حقیقت عرفیہ اور دوسری میں مجاز عرفی کہلائیگا۔ ان دونو اصطلاحوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی اصطلاح عوام الناس کی ہے اور دوسری اصطلاح اللہ تعالیٰ کی ہے۔

نبی کے حقیقی معنی تین ہونگے

اس سے معلوم ہُوا کہ نبوت کے تین معنے حقیقی ہیں۔

اول۔ خبر دینا بشرطیکہ وضع کا اعتبار کیا گیا ہو۔

دوم۔ صاحب شریعت ہونا بشرطیکہ عرف الناس کا اعتبار کیا گیا ہو

سوم۔ مُظہر علی الغیب ہونا بشرطیکہ اصطلاح الٰہی کو مد نظر رکھا گیا ہو

مسیح موعود کن معنوں میں نبی اللہ ہے

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے وہ وضعی معنی کے اعتبار سے بھی حقیقۃ ہے اور اصطلاح الٰہی اور عرف الہامی کے رُو سے بھی حقیقت ہے اور عرف عام اور اصطلاح الناس کے رُو سے مجاز میں داخل ہے نہ حقیقت میں کیونکہ مسیح موعود کی نسبت حدیث

میں منکم کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ وہ امتی اور ظلی ہوگا نہ کہ پہلے نبیوں کی طرح بلاواسطہ نبوت پانیوالا پس چونکہ اسپر وضعی معنی بھی بلاواسطہ صادق آرہے ہیں یعنی خبر دینا کیونکہ اس نے خدا سے خبر پاکر لوگوں میں پیشگوئیاں کیں جو پوری ہوئیں اسلئے وضعی معنی کے رُو سے بھی وہ حقیقی نبی ہے اور اصطلاح الٰہی کے رُو سے بھی وہ حقیقی نبی ہے نہ مجازی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حقیقۃً مظہر علی الغیب ہے ہاں اصطلاح عوام الناس کے رُو سے وہ حقیقی نبی نہیں بلکہ مجازی نبی ہے کیونکہ وہ صاحب شریعت نہیں بلکہ امتی اور ظلی نبی ہے۔

اسکی تصدیق مسیح موعود کے کلام سے

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سراج منیر کے صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں

"(۱) جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا (۲) کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مُرسل ہوتا ہے (۳) کیا قراءت و لا محدث کی یاد نہیں رہی (۴) پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مُرسل ہونیکا دعویٰ کیا ہے (۵) اے نادانو! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مُرسل یا رسول ہی کہینگے یا کچھ اور کہینگے (۶) مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں (۷) بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مُرسل ہی ہوتا ہے (۸) ہاں سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مُرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں (۹) سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں (۱۰) ولکل ان یصطلح سو یہ خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔"

اس عبارت میں حضرت اقدس ؑ نے ان دس فقروں میں سے نمبر ۱ و نمبر ۶ و نمبر ۹ میں حقیقی معنی میں نبی ہونے کی نفی کی ہے اور اپنی نبوت کو مجازی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ان میں

سے فقرہ نمبر ۶ میں حقیقی معنے سے جو مراد ہے وہ واضح کر دی ہے یعنی صاحب شریعت اور اس طرح سے بتا دیا ہے کہ میرے نبی نہ ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں بلکہ امتی اور ظلی ہوں۔ اور فقرہ نمبر ۵ میں وضعی معنے کے رُو سے اپنا حقیقی معنی میں نبی ہونا بیان فرمایا ہے جس کو رسول یا مُرسل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ آیت فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول نے بتا دیا کہ ہر ایک نبی رسول و مُرسل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے اس مسئلہ کو اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں واضح کر دیا ہے اور باقی ۶ فقروں (نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۷ و نمبر ۸ و نمبر ۱) میں اصطلاح الٰہی کے رُو سے اپنا حقیقی نبی ہونا بیان فرمایا ہے چنانچہ ان میں سے فقرہ نمبر ۱ میں "یہ خدا کی اصطلاح ہے" تحریر فرما کر کھول دیا کہ الٰہی اصطلاح کے رُو سے جس کو آیت فلا یظھر علی غیبہ الآیۃ میں بیان فرمایا گیا ہے میں حقیقی معنے میں نبی ہوں نہ مجازی۔

قصہ مختصر خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدسؑ لغوی معنے کے رُو سے بھی حقیقی معنی میں نبی اور رسول ہیں اور اصطلاح الٰہی کے رُو سے بھی حقیقی نبی ہیں یا نہ مجازی نبی باقی رہی عوام الناس کی عرفی اصطلاح سو اسکے رُو سے واقعی آپ حقیقی نبی نہیں ہیں بلکہ مجازی نبی ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ واقعہ میں نبی نہیں ہیں۔

شرعی اصطلاحات ہاں اگر شرعی الفاظ اور شرعی اصطلاحات کوئی چیز نہیں ہیں۔ تو معاذ اللہ ماننا پڑیگا کہ آپ نبی نہیں ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جو صوم و صلوٰۃ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں وہ کوئی چیز نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی تو آخر شرعی اصطلاحات ہی ہیں۔

مسیح موعودؑ نے اپنی نبوت کو مجازی کن معنوں میں فرمایا انہیں تینوں معنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ انجام آتھم کے صفحہ ۲۶ کے مندرجہ ذیل فقرات میں اپنی نبوت کو اصطلاح عوام کے رُو سے مجازی نبوت فرماتے ہیں۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں"

اسکا ثبوت یہ ہے کہ اسجگہ آپ نے جس نبوت کی نفی کی ہے اسکی تفسیر اسی صفحہ پر خود ہی ان الفاظ کے ذریعہ سے فرمادی ہے۔

"ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترك القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فهو کافر کذاب

غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کرے اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہوکر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد وبیدین ہے۔"

حقیقی نبوت سے کیا مراد ہے؟

اسجگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری توضیح کردی ہے کہ حقیقی نبوت سے مراد ایسی نبوت ہے جو ترک قرآن و ترک احکام شرعیہ و ترک دامن آنحضرت صلعم اور براہ راست نبی اللہ ہونے کی شرائط اپنے ساتھ رکھتی ہے اور ان لوازم کی مستلزم ہو۔

آپ کی نبوت کس قسم کی نبوت ہے

سو صرف اس معنی کے رو سے آپ اپنی حقیقی نبوت کی نفی کرکے اور اپنے آپکو دامن محمدی سے وابستہ کرکے اسکے بعد باقی دونوں معنوں کے رو سے اپنا حقیقی نبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں چنانچہ اسی کتاب انجام آتھم کے اسی صفحہ میں نبوت کے

وضعی اور لغوی معنی کے رُو سے اپنا حقیقی نبی ہونا ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں "لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں" اور پھر اصطلاح الہامی کے رُو سے اپنے حقیقی معنے میں نبی ہونے کو ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ وہ ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے "یعنی کلام الٰہی کا یہ محاورہ ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ بکثرت مکالمہ و مخاطبہ کرے اسے اسکی اصطلاح میں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ معاذ اللہ آپ اپنے تئیں دامن محمدی سے الگ کر رہے ہیں نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسا خیال ایک جنون یا افترا محض ہے کیونکہ آپ نے ہزار ہا جگہ کھول کھول کر بیان فرمادیا کہ ان تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات پاک ہے۔

مسئلہ نبوت کی مزید توضیح

اس مسئلہ کو حضرت اقدس نے اس خط میں بھی خوب ہی واضح کر دیا ہے جو اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳ میں شایع ہوا تھا۔ اس میں حضرت اقدس فرماتے ہیں (۱) وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے (۲) جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے (۳) بلکہ رسول سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا (۴) اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف بتانیوالا" ظاہر ہے کہ قرآنی اصطلاح میں اور الہام الٰہی کی اصطلاح میں ہمیشہ نبی اور رسول کے یہی معنے ہوتے ہیں جن کے رُو سے حضرت اقدس کی نبوت حقیقی نبوت ہے ہاں قرآنی اور الہام الٰہی کی اصطلاح سے قطع نظر کے دیکھا جائے اور عامہ اہل اسلام کی اصطلاح کو مدنظر رکھا جائے یعنی صاحب شریعت ہونا تو اس اصطلاح کے رُو سے حضرت اقدس ہرگز حقیقی نبی نہیں ہیں ہاں اس اصطلاح کے رُو سے مجازی نبی ہیں کیونکہ اگرچہ آپکو بلاواسطہ نبوت نہیں ملی۔ تاہم آپکو اللہ تعالےٰ سے حکم ملا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے دین کی طرف بلائیں اور انکو اس شریعت پر پختہ اور قائم کریں۔ جو آپکو

اللہ تعالےٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملی ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدس اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں۔

"شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجہم ذٰلک ازکیٰ لہم۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی۔ اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہو تا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتہ اندیشیاں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خداتعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی نہ دو زنا نہ کرو خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔"

غرض اس خط میں بھی حضرت اقدس نے واضح کردیا ہے کہ جس معنی کے رُو سے میں حقیقی طور پر نبی نہیں ہوں وہ صاحبِ شریعت ہونا ہے جو مسلمانوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں اور تمام کتب الٰہیہ میں جن معنوں میں نبی کا لفظ آیا انہیں معنوں کے

رو سے آپ بھی نبی ہیں جیسا کہ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اسی خط میں لکھتے ہیں

"اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر دل میں اسکے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خداتعالے سے تعلق رکھتے ہیں اسجگہ ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے"

ولکل ان یصطلح شاید اسجگہ کوئی کوتہ اندیش یہ اعتراض پیش کرے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک لفظ کے معنی قرآنی اصطلاح میں اور الہامات الہیہ کی اصطلاح میں تو اور ہوں۔ اور اہل اسلام کی اصطلاح میں اور حالانکہ مسلمان وہی ہے جو قرآن کریم کو سچے دل سے مانتا ہو سو اسکا جواب یہ ہے کہ اصطلاحات میں وسعت کا ہونا ایک مسلم امر ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے بھی سراج منیر میں فرمایا ہے ولکل ان یصطلح مثلاً عام اہل اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنے میں فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر ایک نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی نئی کتاب لائے لیکن قرآنی اصطلاح میں اور الہامات الہیہ کی اصطلاحات میں اور تمام کتب سماویہ کی اصطلاح میں یہ دونوں متلازم ہیں ہر ایک نبی رسول ہوتا ہے۔ اور ہر ایک رسول نبی۔ رسول کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ وہ کوئی نئی کتاب لایا ہو۔ جیسے کہ حضرت اسمٰعیل کو قرآن کریم میں نبی بھی لکھا گیا ہے اور رسول بھی حالانکہ انکو کوئی نئی کتاب ہرگز نہیں ملی تھی

مسیح موعود کی نبوت اور اگلے انبیاء کی نبوت میں بلحاظ نفس نبوت کوئی فرق نہیں

یہ بات اظہر من الشمس ہو کہ حضرت اقدس انہی معنوں میں نبی اور رسول ہیں جن معنوں میں قرآن کریم نے حضرت ابراہیم اسمٰعیل اسحاق ۔ یعقوب ۔ یوسف ۔ موسیٰ ۔ ہارون ۔ یونس ۔ زکریا یحیٰی عیسٰی وغیرہم وعلیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبی اور رسول کہا ہو ۔ اور جن معنوں کے رُو سے حضرت اقدس نے کرشن کو نبی کہا ہو کیا یہ سچ نہیں کہ جس معیار کی بنا پر حضرت نے کرشن کو نبی کہا ہے وہ معیار آپکی ذات میں نہایت اجل طور پر نہ صرف موجود ہے بلکہ آپ نے اسے اپنی صداقت کا جابجا معیار ٹھہرایا ہو ۔ غرض یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہو کہ اس میں ذرہ بھی شُبہ کی گنجائش نہیں ۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہو وہ ہمیشہ سیدھی بات کو اُلٹا بنا لیا کرتے ہیں جب یہ لوگ قرآن کریم جیسی مفصل کتاب سے باز نہیں آئے تو حضرت اقدس کے کلام کو محرف و مبدل کرنے کے لئے زور مارنا کوئی مقام تعجب نہیں ۔ ہاں جس طرح قرآنی اصطلاح کے رُو سے حضرت اقدس کا حقیقی نبی ہونا اظہر من الشمس ہو اسی طرح یہ امر بھی ابین من الامس ہے کہ ان تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات ہے ۔

معمولی بول چال میں نبی کا لفظ نہ لانے سے کیا منشاء تھا

ہاں اسجگہ اس وہم کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ مذکورہ بالا خط میں حضرت اقدس نے لکھا ہو ۔ کہ "اپنی جماعت کے دن رات کے معمولی محاورات میں نبی اور رسول کا لفظ میری نسبت نہ استعمال نہ کیا جائے" پس اگر آپ واقعی نبی ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ اپنے تئیں نبی کہنے سے لوگوں کو منع کرتے ۔

سو اسکا جواب یہ ہو کہ اوپر بتایا جا چکا ہو کہ عام اہل اسلام کا محاورہ یہی ہے کہ نبی اس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب شریعت ہو اور پہلی شریعت کو منسوخ کرے ۔ پس چونکہ عوام الناس اپنی بول چال میں الفاظ کے وہی معنی لیا کرتے ہیں جو عرف عام

میں مشہور ہوں اور انہیں قرآنی اور الہامی اصطلاح سے آگاہی نہیں ہوتی اسلئے جبتک کہ عوام پر نبوت کی اصل حقیقت کو نہ کھولا جائے تب تک انمیں جب یہ لفظ استعمال ہوگا تو وہ اپنے مزعوم کی بنا پر غلط فہمی میں واقع ہونگے۔ پس ضروری ہے کہ جہاں کہیں نبی کے لفظ کو استعمال کیا جائے ساتھ ہی قرآنی اور الہامی اصطلاح سے بھی آگاہ کیا جائے ورنہ زعمی اختراعی اصطلاحوں کی تقلید کے باعث سننے والے غلطی میں واقع ہونگے۔ اب چونکہ حضرت اقدس نے اس مسئلہ کو پورے طور پر متعدد تصانیف واشتہارات اور متواتر کثیر التعداد تقریرات کے ذریعہ سے کھولدیا ہے اسلئے اب یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ قرآنی والہامی اصطلاح سے عوام کو اطلاع نہیں اسلئے اسے اب بھی عام بول چال میں نہیں لانا چاہیئے

پہلے ہی حضرت اقدس نے کیوں تشریح نہیں کی

رہی یہ بات کہ پہلے ہی حضرت اقدس نے پورے طور پر اسے کیوں نہیں کھول کر بیان کر دیا تھا اسکی وجہ خود حضرت اقدس نے بیان فرمادی ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ میں فرماتے ہیں۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا (یعنی اس لئے کہ وہ نبی ہے اور میں نبی نہیں۔ راقم) مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا × × × × × میں تو خدا تعالےٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جبتک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں مینے کہا اور جب مجھکو اسکی طرف سے علم ہوا تو مینے اسکے مخالف کہا میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونیکا دعویٰ نہیں بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔"

اور یہ بات بھی کوئی نئی نہیں بلکہ تمام انبیاء کی یہی سنت مستمرہ ہے کہ انکے دعاوی میں* زیادہ تفصیل و تفہیم نہیں ہوتی جو بعد میں ہوتی ہے۔

حضرت اقدس نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا۔

اس مسئلہ کو حضرت اقدس نے اس تقریر (ڈائری) میں بھی کامل طور پر بیان فرمایا ہے جو ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کے بدر میں شائع ہوئی تھی جس میں آپ نے فرمایا ہے۔

"ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں انکے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ انکا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہدیا۔ اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے۔ جبھی تو لایخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعوے ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالے جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اسکے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔" ×××

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں"

ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھکر کہتے ہیں۔ ہمپر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالےٰ کے کئی نشان اسکے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہئیے"

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

الوصیّت پر ایک منظر کے عنوان سے جو مضمون لکھا گیا تھا۔ اس میں پانچ وہ دلائل کے متعلق ایک حدیث تھی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آخری خلافت علیٰ منہاج النبوت عمر بن عبد العزیز کی تھی نہ کہ امام مہدی کی۔ اسپر مفصل ذیل کا پرکس توجہ سے پڑھے جانے کے قابل ہیں"۔

عمر بن عبد العزیز خلیفہ علیٰ منہاج النبوۃ مندرجہ حدیث نعمان بن بشیر نہیں ہو سکتا بچند وجوہ۔ اوّل آنکہ اسکی خلافت جو اول صدی ہجری کے آخر پر ہوئی ہے اسکے بعد کی پیشینگوئیاں صدہا دوادین حدیث میں مندرج ہیں دیکھو کنز العمال وغیرہ کو جو اس زمانہ مسیح تک واقع ہو چکی ہیں پس حدیث میں جو ثم سکت کا جملہ موجود ہے وہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیشینگوئی متعلق حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے آخری زمانہ بعثت کی نسبت ہے لا غیر

ثانیاً آنکہ معترض خلافت علیٰ منہاج النبوت کے مراد کو بالکل نہیں سمجھا کیونکہ مراد اُس سے بقرینہ سیاق و سباق حدیث کے یہ ہے کہ جس طرح اور جس منہاج پر خلفاء راشدین کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سید المرسلین صلعم کے سیفی طاقت کے ساتھ واقع ہوئی آخری خلافت مسیح موعود کی زمانہ بعثت علیٰ منہاج نبوت رافت و رحمت حضرت

ملاحظہ حدیث تمام صفحہ کا مضمون تھی مگر معترض نے صرف آخری فقرہ پر بحث کی ہے۔

جری اللہ کے واقع ہو گی کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ (عیسیٰ) رافۃً ورحمۃً ۔

ثالثاً ۔ آنکہ خلافت تامہ نبوت کے پہلے کسی نبی کا ہونا ضروری ہے جسکے بعد وہ خلیفہ اسکا تابع نبی مقرر ہوا ہو اور عمر بن عبد العزیز سے پہلے سلمان بن عبد الملک بموجب اقرار خود معترض کے ملک عضوض تھا نہ نبی کا خلیفہ راشد تھا اور نہ خلیفہ تابع نبی کا سو بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ پس خلافت عمر بن عبد العزیز کی علیٰ منہاج النبوت کیونکر ہو سکتی ہے۔

رابعاً ۔ آنکہ خلافت علیٰ منہاج النبوت وہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح پر نبی اولو العزم مخالفین پر اپنے قول اور فعل سے دعویٰ متحدیانہ کرتا ہے صاحب خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا بھی اپنے قول یا فعل سے تحدّی ظاہر کرتا ہے جیسا کہ صاحبزادہ صاحب نے رسالہ (کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے) میں مخالفین پر الہام لیمزقنہم وغیرہ وغیرہ سے اتمام حجت کیا ہے اور دیکھو خلافت علیٰ منہاج النبوت مندرجہ احادیث کو یا عثمان ان اللہ مقمصمک قمیصاً فان اراداک المنافقون علیٰ خلعہ فلا تخلعہ حتیٰ تلقانی اب دیکھو عمر بن عبد العزیزؒ بموجب اقرار معترض کے خود بیعت خلافت سے اپنے تبری ظاہر کر رہا ہے پس کجا خلافت عمر بن عبد العزیزؒ اور کجا خلافت علیٰ منہاج النبوت فرزند مظہر الحق والعلا ولد مسیح موعود کی تحدیات کل دنیا میں شہرہ آفاق ہیں ہاں ہم عمر بن عبد العزیز کو اس امر کا مجدد تسلیم کر سکتے ہیں کہ ۹۹ھ تک جو خطبوں میں حضرت علی پر سب و شتم کرنا جاری تھا۔ اُس سب و شتم کو اس نے موقوف کر کے بجائے اسکے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الایہ کو جاری کیا۔ اور پھر اتفاقی خلافت اُسکی کب ہوئی اسکو تو لوگوں نے زہر دیکر قتل کر دیا دیکھو تواریخ کو اور خود عمر اُسکی چالیس برس کی ہوئی جو بموجب مذہب معترض کے مغایر

خلافت ہی اور خلافت اُنکی صرف دو برس کے قریب واقع ہوئی۔

خامسًا آنکہ جبکہ معترض مقرّ ہے کہ بغیر مشورہ کے خلافت نہیں ہو سکتی تو عمر بن عبدالعزیز اسکے نزدیک کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہی جبکہ وہ خود کہتا ہے کہ یاایّھا النّاس انی ابتلیت بھٰذا الامر من غیر رائ عنی ولا طلبۃ ولا مشورۃ من المسلمین وانی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی فاختاروا لانفسکم غیری پس جبکہ عمر بن عبدالعزیز کا یہ انکار از خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے تو معترض کا دعویٰ مدعی سُست گواہ چُست کا مصداق ہے۔ یہ حال تو ہی عمر بن عبدالعزیز کا انکار خلافت کی نسبت اور جس شخص نے انکی خلافت کے وقت میں انکو مصداق اسکا گردا ننا چاہا تھا جس کا نام حبیب ہے وہ یہ کہتا ہی کہ ارجوا ان تکون امیر المومنین بعد الملك العاض و الجبریۃ کجا ایک لفظ ترجی کا اور کجا وہ دعویٰ متحدیانہ جو اوپر گزرا جو منہاج نبوت کی علامات سے ہے۔

سادسًا آنکہ اس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے بعد یہ نہیں فرمایا گیا کہ فیکون ما شآء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے بعد قیامت ہی قائم ہو گی جیسا کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ وغیرہ الہام اسکے مؤید ہیں۔

سابعًا آنکہ شرّاح حدیث سے لمعات وغیرہ میں بھی اس خلافت کو مخصوص زمانہ مہدی اور مسیح سے ہی لکھا ہی جیسا کہ لمعات میں لکھا ہے کہ الظاھر ان المراد بہ زمن عیسیٰ والمھدی

ثامنًا آنکہ اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ عمر بن عبدالعزیز بھی اس پیشینگوئی کے مصداق ہوں تو چونکہ الفاظ اسکے عام ہیں اور عام اپنے تمام افراد کو قیامت تک شامل ہُوا کرتا ہی اسلئے کوئی امر مانع نہیں کہ بعثت مسیح موعود بھی اُس میں داخل ہو۔ اور علی وجہ اتم داخل ہو

تاسعاً۔ آنکہ جب حضرت مخبر صادق زمانہ بعثت مسیح موعود کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک تو میرے زمانہ میں میری امت ہلاک نہیں ہو سکتی اور دوسرے مہدی اور مسیح موعود کے زمانہ میں ہلاک نہ ہوگی عمر بن عبد العزیز کے زمانہ کی نسبت جو ایک صدی ہجری کا زمانہ ہے اسکی نسبت ایسی فضیلت کب بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم نے زمانہ مسیح موعود کو اپنے زمانہ کے مساوی فرمادیا ہو علیٰ ہذا القیاس دیگر حدیث بھی اسی پر دلالت کر رہی ہے مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اٰخرہ۔

عاشراً۔ آنکہ دلیل عقلی بھی اسی کی مؤید ہے کیونکہ جس قدر فتن کمیت اور شدت میں اس زمانہ آخری میں دجاجلہ کی دجالیت سے پیدا ہو گئے ہیں آخر صدی ہجری میں ایسے فتن کب موجود تھے اور یہ حدیث اکثر کو یاد ہو گی کہ فتن دجالی کے برابر ابتدا سے قیامت تک کوئی فتنہ نہیں ہے اور ایمان باعلم قرآن مجید اور علم سنت دنیا سے بالکل اٹھ گیا ہے وکذا وکذا پس اسی وقت پُرفتن میں ضروری تھا کہ کوئی نبی اللہ مبعوث ہوتا۔ اور خلافت علیٰ منہاج النبوّت بھی قائم ہوتی سو الحمد للہ وہ نبوت نبی اللہ کی بھی قائم ہو گئی اور اسی نبوت کی منہاج پر خلافت علی المنہاج النبوت بھی قائم ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ کامل طور پر خلافت عمری بھی ترقی پذیر عالمگیر ہو گی صدق اللہ تعالےٰ واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم وھو العزیز الحکیم وصدق رسولہ الکریم لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل او رجال من فارس ماں عمر بن عبد العزیز کا زمانہ ظلم اور جور یا بدعت کا ضرور تھا سو اسی کے زمانیات کے موافق وہ خلیفہ صرف مجدد کے طور پر خلیفہ ہوا اور سب وشتم جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اندر خطبوں کے پڑھی جاتی تھی اسنے یک قلم اپنی قلمرو سے موقوف کرادی اور بجائے اسکے آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الاٰیۃ کو خطبوں میں پڑھنا جاری کرادیا پس کجا عمر بن عبد العزیز اور کجا خلافت حضرت فضل عمر مظہر الحق والعلاء کی ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور کجا اسکے زمانہ کے فتن اور کجا فتن دجالی

اس آخری زمانے کے جن کی کثرت اور شدت یہاں تک واقع ہوگئی ہے کہ منکرین خلافت نے رسائل اظہار الحق گمنام اور اعلان ضروری قبل وفات حضرت خلیفہ اول کے طیار کر کے تمام دنیا میں آگ لگادی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مزید توضیح مندرجہ بالا دس دلائل سے یہ تو ثابت ہو چکا کہ اس حدیث کے آخری حصہ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کا مصداق عمر بن عبدالعزیزؒ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے مراد زمانہ مہدی و عیسیٰ ہے۔ اب میں اس پر کچھ اور ایزاد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ایک دوست نے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا رسالہ آج ہی مجھے بھیجا ہے مناسب ہے کہ ایک چلتی ہوئی نظر اس پر بھی ڈالی جائے۔

پہلا اعتراض۔ یہ حدیث اعلیٰ طبقہ کی نہیں۔

جواب۔ چونکہ آپ احمدی کہلاتے ہیں اسلئے حدیث کے قبول وعدم قبول صحت و عدم صحت اعلیٰ و ادنیٰ کے بارے میں وہ معیار پیش کیا جاتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا دیکھو کشتی نوح صفحہ ۷۵

"اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہو مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہو تو اس حدیث کو قبول کرو کیونکہ قرآن اسکا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے۔ تو اس حدیث کو سچی سمجھو۔ اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنھوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو ایسی حدیثیں صدہا ہیں جن میں پیشگوئیاں ہیں۔ اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں پس اگر کوئی حدیث ان میں سے پوری ہو جائے۔ اور تم یہ کہکر ٹال دو۔ کہ ہم اسکو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا کوئی راوی اسکا متدین نہیں

ہے تو اس صورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کرو جبکا سچا ہونا خدا نے ظاہر کر دیا۔ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہو اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہو۔ اور ہزار پیشگوئی اسکی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثوں کو ضعیف قرار دیکر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضایع کر دوگے۔ پس اس صورت میں تم اسلام کے دشمن ٹھہروگے۔"

میں امید کرتا ہوں آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ حدیث متنازعہ فیہا ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اور یہ پیشگوئی میرے اور آپکے نزدیک پوری ہو چکی۔ آپ بھی پانچ دور قرار دیتے ہیں میں بھی آپ بھی (۱) نبوۃ (۲) خلافت خلفائے راشدین (۳) ملک عاض (۴) ملک جبریہ (۵) خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کے قائل ہیں [illegible] مسیح موعود کے زمانہ کا سمجھتا ہوں۔ آپ عمر بن عبد العزیز کا میں نبی کریم صلعم کی کشفی نظر کو قیامت تک وسیع کر کے (جیساکہ واقعات اسکی تائید میں ہیں) اس حدیث کو اعلیٰ درجے کی پیشگوئی اور اسلام کی صداقت کی زبردست دلیل بناتا ہوں آپ صرف چند سال کے واقعات تک اسکو محدود کرتے ہیں میرے ساتھ بہت سے شراح حدیث ہیں۔ آپکے ساتھ ایک راوی کا قول ہے مگر بہر حال حدیث میں پیشگوئی ہے اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے آپکو بھی انکار نہیں۔ اب فرمائیے کہ بموجب معیار حضرت اقدس مسیح موعود الحکم والعدل علیہ السلام یہ حدیث اعلیٰ درجے کی ہوئی یا نہیں اور اسے رد کرنا بے ایمانی ہے یا نہیں پس میں کسطرح لکھتا کہ یہ حدیث اعلیٰ طبقہ کی نہیں جب مسیح موعود کے معیار سے یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ثابت ہو رہی تھی۔

دوم۔ مشکوٰۃ کی فصل ثالث میں کسی حدیث کے لانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اگر آپکو علم حدیث سے کچھ آگاہی تھی (گو علیٰ منہاج نبوۃ سے ہی حدیث والی ظاہری) تو روۃ حدیث پر جرح کر کے دکھاتے تا میں انکی توثیق کر کے

آپکو دکھاتا۔

سوم۔ اگر آپ کے نزدیک اصول صاحب مشکوۃ پر چلنا ضروری ہے تو فرمائیے حضرت مہدی معہود کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت تو اس حدیث میں ہے۔ جو ماہ رمضان کی غیر معمولی تاریخوں میں خسوف و کسوف شمس و قمر کے بارے میں ہے فرمائیے یہ حدیث ان لمھدینا اٰیتین الخ آپکے اصول کے مطابق کونسی اعلیٰ طبقہ کی حدیث ہے اور صحاح ستہ میں سے کونسی کتاب میں درج ہے۔ اور اگر یہ نہ مل سکے اور رسول اللہؐ تک مرفوع نہ ہو۔ تو کیا آپ کا اپنا یہ فقرہ دہرائینگے احمدیوں کے ہاتھ میں اعلیٰ طبقہ حدیث میں سے کچھ بھی نہیں۔

چہارم۔ حضرت اقدس کے مثیل مسیح اور محدث ہونے کے ثبوت میں آپ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی حدیث پیش کیا کرتے ہیں۔ فرمائیے یہ حدیث صحاح ستہ میں سے کس صحیح میں ہے اور اسکے راوی کون کون ہیں۔ اور ائمہ حدیث کی اس حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے کیا آپ اپنے اصول کے مطابق اس حدیث کو اعلیٰ طبقہ کی حدیث ثابت کر سکتے ہیں یا آپ اپنا یہ فقرہ اپنے حق میں دہرانے کے لئے تیار ہیں کہ میرے ہاتھ میں اعلیٰ طبقہ احادیث میں کچھ بھی نہیں۔

پنجم۔ آپ حضرت مرزا صاحب کو مہدی موعود مانتے ہیں۔ فرمائیے بخاری و مسلم کہ اعلیٰ طبقہ حدیث کی کتابیں ہیں۔ ان میں مہدی کا ذکر ہے۔ میں مسیح موعود کا اپنا اقرار دکھا سکتا ہوں کہ ان کتابوں میں مہدی کا ذکر نہیں تو کیا اب کہنا چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو احمدی جو مہدی مانتے ہیں۔ تو اعلیٰ طبقہ حدیث میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔

ششم۔ اس حدیث متنازعہ فیہا کا راوی حذیفہؓ ہیں اور حذیفہؓ وہ بزرگ ہیں کہ فتن کے بارے میں انکی احادیث نہایت معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ اکثر حصہ انہی سے مروی ہیں حضرت عمرؓ جیسے مقربین بارگاہ نبوی اور خلیفہ راشد کو جب ضرورت

پڑھی تو حذیفہ ہی سے فتن کے بارے میں دریافت کیا۔ چنانچہ مشکوۃ باب الملاحم میں ہے عن شقیق عن حذیفہ قال کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلعم فی الفتنۃ فقلت انا احفظ قال قال ھات انک لجری (راہ) حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کون تم میں سے رسول اللہ صلعم کی حدیث دربارہ فتنہ یاد رکھتا ہے میں نے کہا مجھے یاد ہے فرمایا لاؤ سناؤ تم تو بڑے جری ہو۔

پس حذیفہ رضہ نے جو روایت کی ہے وہ بہت معتبر ہے۔ اور نیز اسکا تعلق قرب قیامت سے بھی ضرور ہے کیونکہ آپ قیامت کے قریب پیش آنے والے واقعات سے بہت دلچسپی رکھتے تھے یہ بھی ایک دلیل ہے اسبات پر کہ آخری دور مسیح و مہدی کے زمانہ سے متعلق ہے۔

ہفتم۔ جب سورۂ نور آیت استخلاف اور حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین سے ظاہر ہے کہ خلافت خلفائے محمدیہ تاقیامت رہیگی۔ تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ خلافت خلفائے مسیح موعود کے ثبوت میں ہمارے پاس آیات و احادیث و کلام مسیح موعود نبی اللہ الحکم العدل کا اس قدر ذخیرہ ہے کہ تین ماہ سے اشاعت پذیر ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا۔

دوسرا اعتراض۔ اس حدیث کے اخیر سے ایک صاحب حبیب کا قول نقل نہیں کیا۔

جواب (اول) آپ تشحیذ ماہ اپریل صفحہ ۲ کو غور سے دیکھئے حدیث کے آخر میں (کا) لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ میں نے بغیر کسی جگہ چھوڑنے یا نقطہ دینے کے "رواہ احمد" لکھ کر دم ہو نہیں دیا بلکہ حسب قاعدہ اہل علم مقررہ نشان کر دیا جس سے ظاہر ہو کہ کچھ اور بھی عبارت ہے مگر چونکہ اس وقت مقصود صرف حدیث رسول اللہ صلعم کو پیش کرنا تھا نہ کہ قول راوی اسلئے اسے درج کرنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی گئی علمی سوسائٹی میں رہنے والے انسان کو اس قسم کی غلط فہمی نہیں ہوتی جیسی ڈاکٹر صاحب کو ہوئی۔

دوم۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں محشی کا قول ساتھ ساتھ نقل کرتا آیا۔ اور راوی کا قول چھوڑ دیا۔ مینے صرف حدیث نقل کی اور آخر میں اپنی بات کے استشہاد میں ایک قول مفسر حدیث کا بھی پیش کر دیا۔ تا ثابت ہو کہ میں ہی اس استدلال میں منفرد نہیں بلکہ شراح حدیث بھی میرے ساتھ ہیں۔

سوم۔ کسی راوی کا قول حجت نہیں کہ مجھ پر اسکا نقل کرنا ضروری ہوتا۔

چہارم۔ یہ راوی تو "تابعین میں سے ہے حضرت مسیح موعود نے تو صحابی کے قول کو بھی حجت نہیں مانا دیکھئے براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۴۲

"اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں۔ تو یہ اسکی غلطی ہے × × × یہ مسلم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی"

پس اگر حبیب نے لکھدیا کہ یہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق ہے تو ہمپر یہ حجت نہیں۔

پنجم۔ حبیب نے بھی کب کہا کہ بالضرور اس حدیث کا آخری حصہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق ہے اسنے تو صرف یہ حدیث نقل کی ہے اور پھر لکھا ہے اسجوا ان تکون امیر المومنین مجھے امید پڑتی ہے کہ تو امیر المومنین ہو اور بس۔ اب بتاؤ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ حبیب کو یقین تھا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ بعد ملک عاض و ملک جبریہ کے عمر بن عبد العزیز کی ہے۔

ششم۔ اس بات کی کئی نظیریں موجود ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے کسی فقرہ کا مصداق اگر کسی صحابی یا تابعی نے کسی امر کو دیکھا ہے۔ تو فوراً وہ حدیث پڑھ دی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بس وہ پیشگوئی پوری ہو چکی۔ اور اسکے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ دیکھو ابن صیاد کو دجال قرار دینا یہ ثابت نہیں کرتا کہ دجال کی پیشگوئی پوری ہو چکی۔ اور اب جسے ہم دجال سمجھتے ہیں وہ غلط ہے۔

ہفتم۔ جیب کا قول اگر حجت ہے تو پھر تمام تفسیروں کو ماننا پڑیگا۔ اور اس طرح پر حضرت مسیح موعود کے دعوے پر اسکا اثر پڑیگا۔ جو مجھے اور آپ کو غیر مسلّم ہے۔

ہشتم۔ یہ حدیث احوال قرب قیامت کے بارے میں ہے پس ضرور ہے کہ اسکا کوئی حصہ مسیح و مہدی کے بارے میں بھی ہو۔

نہم۔ جیب کا قول ایک حدیث کے خلاف ہے اسلئے قابل رد ہوا۔ وہ حدیث یہ ہے

سیکون بعدی خلفاء۔ ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک ومن بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج رجل من اھل بیتی یملأ الارض عدلا کما ملئت جوراً کنز العمال باب خروج المہدی صفحہ ۱۸۶

کہ میرے بعد خلفاء ہونگے (۲) خلفاء کے بعد امراء (۳) امراء کے بعد ملوک (۴) ملوک کے بعد ظالم (۵) پھر میرے اہلبیت سے ایک مرد نکلیگا۔ جو زمین کو عدل سے بھر دیگا اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خلفاء کے بعد پھر خروج مہدی تک ملک عاض اور حکومت جبریہ ہی ہے اور یہ ہرگز نہیں۔ کہ خلفاء کے بعد چند امرا ہو کر پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم

ہو جائے۔ نیز اس حدیث نے یہ بھی بتا دیا کہ ملک و جبر کے بعد عدل کا ذکر آنے سے یہ ضرور نہیں کہ علاوہ

دہم۔ ابتدا میں دس دلائل دئے چکے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز مراد نہیں ہو سکتے۔

تیسرا اعتراض۔ اگر ملک عاض و حکومت جبریہ کے بعد خلافت علی منہاج النبوت مہدی و مسیح کے زمانہ میں مانی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ خلفاء اربعہ کے بعد اب تک تمام بڑے بڑے بزرگ مجددین اور سلاطین ظالم و جابر گزرے ہیں۔

جواب۔ اول۔ میں کہتا ہوں کہ اگر خلافت علی منہاج النبوۃ بعد از ملک عاض و حکومت جبریہ سے مراد عمر بن عبد العزیز کی خلافت ہے۔ تو اس سے اور تم سکت سے لازم آئیگا کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوۃ ہی قائم ہے یا کم از کم پھر ملوکشاہی گزندہ اور حکومت جبریہ ظاہر نہ ہو مگر ایسا نہیں ہوا۔

دوم۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشوا الکذب۔ اور یہ کہ ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منہم (مشکوٰۃ) جس سے ثابت ہے کہ تین سو صدی کے بعد کذب پھیل جائیگا۔ اور پھر فیج اعوج کا زمانہ ہے جس کے لوگ نہ مجھ سے ہونگے۔ اور نہ میں ان سے ہونگا۔ تو کیا اب اس سے لازم آئیگا کہ حضرت مسیح و مہدی کے ظہور تک امت محمدیہ میں دس صدیوں تک امت محمدیہ میں ایک بھی صالح بادشاہ یا مجدد یا ولی اللہ پیدا نہیں ہؤا ہرگز نہیں

پس ڈاکٹر صاحب یاد رکھیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد عموماً جبری حکومت ہوگی چنانچہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ پھر خلفاء اربعہ کے بعد پھر ارادی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ شاذ و نادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔

سوم۔ اگر کہو کہ عمر بن عبد العزیز کے بارے میں ذکر کر کے پھر رسول اللہ صلعم نے ہونے والے ظالم و جابر بادشاہوں کا ذکر نہیں کیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ملک عاض و ملک جبریہ کے بعد آنے والے صلحاء کا ذکر بھی رسول اللہ نے نہیں کیا۔ پس اس عدم ذکر سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خلفاء اربعہ کے بعد مسیح و مہدی تک کوئی بھی مجدد یا صالح بادشاہ نہیں گزرا۔

چہارم۔ حدیث میں ملک عاض و ملک جبریہ کا ذکر علی سبیل الدوام نہیں بلکہ علی سبیل التذکرہ ہے نبی کریم نے فرمایا کہ خلفاء اربعہ کے بعد جبری حکومت بھی ہوگی یہ مراد نہیں کہ مہدی کے آنے تک ایسا ہی ہوتا رہیگا۔ بلکہ ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے پھر فرمایا کہ مہدی و مسیح کے زمانہ میں خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔

پنجم۔ ثم اور ف میں فرق ہے۔ کسی واقعہ کے بعد ثم لانے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان دونوں واقعوں کے درمیان اور کوئی واقعہ نہیں ہوا پس ثم تکون ملکاً جبریۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی

منہاج النبوۃ سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ملک جبریہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے درمیان کوئی اور واقعہ نہیں ہوگا۔ اور ان دونوں وقتوں کے درمیان کوئی صالح بادشاہ یا مجدد نہیں پیدا ہوگا۔

چوتھا اعتراض۔ ملک جبریہ کے بعد خلافت کا ذکر یہ ثابت کرتا ہے کہ جبریہ حکومت کے بعد عدالت والی بادشاہی ہوگی۔ مسیح و مہدی کو چونکہ حکومت نہیں ملی۔ اسلئے اسکے متعلق کیونکر ہو سکتی ہے۔

جواب۔ اول یہ کہ اس بارے میں پہلے اعتراضوں کے ضمن میں بہت سے جوابات دئے جا چکے ہیں۔

دوم یہ کہ ثم تکون ملکا جبریۃ اور ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حکومت جبریہ کے اٹھائے جانیکے بعد مسیح و مہدی جب آئے تو وہ حکومت بھی لائے کیونکہ اسکا حکومت کے ساتھ آنا قرآن مجید و احادیث صحیحہ اور الہامات مسیح موعود کے خلاف ہے۔

سوم۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ میں حکومت لازم و ملزوم نہیں بلکہ اصل سیاست دینی ہے جیسا کہ تشحیذ کے پہلے حصے میں جواب دیا جا چکا۔

پس حدیث میں اتنی خبر ہے کہ جبری حکومت اٹھا دی جائے گی اسکے بعد خلافت قائم ہوگی۔ اور وہ خلافت جیسا کہ دیگر احادیث صحیحہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے روحانی ہوگی۔ اور اس خلافت روحانی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے کوئی بھی روحانی انسان پیدا نہ ہوا ہو۔ گو یہ صحیح ہے کہ کامل روحانیت کا صاحب چودہویں صدی میں پیدا ہوگا۔ جو نبی کریم کا مظہر اتم ہونے کی وجہ سے پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو قائم کریگا۔ اور چونکہ سیاست دنیوی اصل منہاج نبوت میں ضروری نہیں۔ اسلئے خلافت میں سیاست و حکومت دنیوی کا ہونا ضروری نہیں۔

چہارم یہ کہ اس خلافت کے وقت میں ظالم حکومت تو نہیں بلکہ وہ حکومت ہے جسے ہم جان و دل سے عادل مانتے ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے کہ ایسے نبی بھی ہوئے ہیں۔ جو خود صاحب حکومت نہیں۔ اور صرف نبوت کرتے رہے پس ایسے نبیوں کی خلافت بھی بغیر حکومت اور بغیر ماموریت کے ہوتی رہی۔ اسی طرح یہاں معاملہ ہے حکومت عادلہ بھی ہے اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ بھی۔

پنجم۔ یہ سمجھ نہیں آتا۔ کہ کیوں خواہ مخواہ ملک جبریہ اور خلافت علیٰ منہاج کا تقابل و توازن ان معنوں میں ضروری ہے کہ ملک جبریہ کے بعد ملک عادلہ ہو کیوں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ چند واقعات کا بیان ہے نبی کریم صلعم خبر دیتے ہیں کہ امت محمدیہ میں پہلے خلافت علیٰ منہاج النبوت ہایں معنی ہوگی کہ سیاست دینی اور سیاست دنیوی دونوں کا صاحب خلیفہ ہوگا۔ پھر گزندہ بادشاہی ہوگی پھر جبری حکومت اسکے بعد ایک زمانہ میں پھر خلافت قائم ہوگی۔ چونکہ اسوقت نبی کریم کا ظہور جمالی رنگ میں ہوگا۔ پس خلافت بھی ویسی ہوگی۔ حکومت جبری کے بعد ذکر نہیں فرمایا کہ حکومت کس کے قبضے میں آئیگی۔ ہاں جب جمالی رنگ میں دین حق پھیل جائیگا۔ تو خود بخود حکومتیں عادلہ برخلاف جبریہ قائم ہو جائینگی اور اس طرح پر وہ معنے بھی صادق آجائینگے جو آپ کرتے ہیں

ششم۔ یہ کہ علیٰ منہاج النبوۃ فرمایا یعنی خاص نبوت کی خلافت پس جیسے نبوۃ جمالی رنگ کی بغیر سیاست دنیوی کے ہے ایسے ہی خلافت بھی جمالی ہوگی۔ اس میں حکومت دنیوی نہیں۔

پانچواں اعتراض یہ کہ میں نے المراد بہ زمن عیسیٰ والمہدی کو اپنی چالاکی سے حدیث مذکور کا ٹکڑا ظاہر کیا ہے

جواب۔ اسکا جواب تو یہ ہے کہ میری اصل عبارت دیکھیئے لکھا ہے "ص پانچویں نمبر کے نیچے محشی لکھتا ہے محشی اور نیچے وہ الفاظ موجود ہوں۔ اور

پھر بھی مجھ پر چالاکی سے اس عبارت کو حدیث کا ٹکڑا ظاہر کرنے کی تہمت لگائی جائے۔ یہ سخت بے انصافی ہوگی۔

دوم۔ یہ نیت پر حملہ ہے کیونکہ میرے الفاظ سے تو ایسا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسکا فیصلہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے ہو سکتا ہے اگر آپ کو آمین کہنے کی جرأت ہے۔

سوم۔ زمانہ کے تعین پر میں نے اس تشحیذ میں بہت سے دلیلیں دیدی ہیں۔ اور خود اسی حدیث میں چار دور پہلے اور پانچواں دور مہدی کا اور پھر اس مہدی کو میرا اور آپکا مان لینا مجھے کسی قسم کی دلیل دینے سے مستغنی کرتا ہے

چہارم۔ کسی حدیث کے ٹکڑے کو محشی حاشیہ پر نہیں لکھا کرتے اور نہ ایسا کرنے والا محشی کہلاتا ہے۔ اور حاشیہ یہ معنی رکھتا ہے۔ پس باوجود محشی اور حاشیہ کے الفاظ کے حدیث کا ٹکڑا کس طرح ہو سکتا تھا۔

چھٹا اعتراض۔ المراد بہ زمن عیسیٰ والمہدی کے معنی خلافت عیسیٰ اور مہدی کے زمانہ سے شروع ہوگی۔ غلط ہیں۔

جواب۔ اول یہ کہ اگر المراد بہ عیسیٰ والمہدی ہوتا تو یہ معنی غلط کہے جا سکتے تھے جب زمن موجود ہے تو میرے معنے کیونکر غلط ہوئے۔

دوم۔ یہ کہ زمن سے صرف عمر عیسیٰ والمہدی مراد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ تمام عہد مراد ہے جو ایک ہزار برس ہے جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو ساتویں ہزار کا مجدد فرمایا ہے۔ اور نبی کریم صلعم کو پانچویں ہزار کا مجدد اعظم مانا ہے۔

پس میرا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ زمانہ عیسیٰ و مہدی سے شروع ہوگی۔

سوم یہ کہ جس طرح پہلی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نبی کریم کی وفات کے بعد شروع ہو کر کئی وجودوں پر صادق آئی۔ اسی طرح یہ دوسری خلافت بھی کئی وجودوں

کے لئے ہے جیسا کہ الوصیت میں بھی ہے کہ میرے بعد بعض اور وجود بھی ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے اور یہ امر مسلّم ہے کہ دوسری قدرت سے مراد خلافت ہے پس اس اعتبار سے میرا یہ فقرہ بھی صحیح ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت مسیح موعود نبی اللہ کی وفات کے بعد شروع ہونے والی تھی۔

چہارم۔ یہ کہ چونکہ مسیح موعود خود بھی خلیفہ ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ موسوی خلیفہ تھے اسلئے میرا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ "خلافت عیسیٰ اور مہدی کے زمانہ سے شروع ہوگی"۔

پنجم۔ یہ کہ مینے یہ نہیں کہا خلافت عیسےٰ اور مہدی کے دعوے سے شروع ہوگی بلکہ زمانہ ہی کہا ہے اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ زمانہ تو ہزار برس تک ممتد ہے۔

ساتواں اعتراض۔ حدیث میں پانچ دور ہیں اور مینے مسیح موعود کی نبوت کا ذکر کرکے چھ دور ظاہر کئے ہیں

جواب۔ اول یہ کہ حدیث کے الفاظ میں دوروں کے لئے کہیں پانچ یا چھ کا ذکر نہیں۔ پس آپ حدیث کی بنا پر مجھ پر کوئی حجت ملزمہ قائم نہیں کرسکتے۔

دوم۔ یہ کہ چونکہ مسیح موعود وہ نبی اللہ ہے جسکے بارے میں من فرّق بینی و بین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی آیا ہے اسلئے ضرور تھا۔ کہ اس نبوت کا ذکر علیحدہ کیا جاتا جیسا کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم فرماکر پھر اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم کے ساتھ اسکا ذکر نہیں فرمایا۔ ایک غلطی کے ازالہ میں آپ فرماتے ہیں محمدؐ کی نبوت محمد ہی کے پاس رہی اور فرماتے ہیں۔ من تو شدم تو من شدی تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ پس دوبارہ ذکر کرکے مغائرت کیوں بتائی جاتی۔

سوم یہ کہ مسیح موعود چونکہ باوجود نبی ہونے کے خلیفہ بھی تھے اسلئے خلافت علیٰ منہاج النبوت میں ہی انکا ذکر آگیا۔ اور الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

آٹھواں اعتراض۔ مسیح موعود خود خلیفہ تھے تو خلافت و خلافت چلنے کے کیا معنے

جواب۔ اوّل یہ اعتراض خود آپ کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہے آپ مولانا نورالدین رضؓ کو خلیفۃ المسیح مانتے ہیں۔ اور یہ خلیفہ کا لفظ انکے لئے لکھتے ہیں۔ پس یہ تو ثابت ہوگیا۔ کہ خلیفہ کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔

دوم۔ خود اس خلیفۃ المسیح نے لاہور تقریر میں فرمایا۔ کہ جب تک خلیفہ کا خلیفہ نہیں آتا تم اپنی زبانوں کو بند رکھو (بدر جولائی ۱۹۰۹ء) جس سے آپ ہی کے پیرومرشد عام قرآن وحدیث کی زبان سے ثابت ہوا۔ کہ خلافت چل سکتی ہے۔

سوم۔ یہ کہ ابوبکرؓ خلیفہ تھے پھر عمرؓ انکے خلیفے۔ پھر عثمانؓ۔ عمرؓ کے خلیفے اور علیؓ عثمان کے خلیفے۔ دیکھو خلفاء کے خلیفے در خلیفے ہوئے گو آپ کہتے رہیں۔ کہ "کہاں"۔ اور مسیح موعود کو کسی کی بیعت کی ضرورت نہ تھی کہ وہ نبی تھے اور خدا نے خود انکی تعلیم فرمائی اور وہ فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے نہ دانم ٭ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

چہارم۔ یہ کہ مسیح موعود نبی اللہ تھے اور نبی ہونے کے لحاظ سے آپکی خلافت چلی۔ اگر اپنے انکو خلیفہ کہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آپ نبی نہیں تھے۔ کیونکہ آدمؑ داؤدؑ کو قرآن مجید میں خلیفہ کہا گیا حالانکہ وہ نبی بھی تھے پھر حضرت عیسیٰؑ بھی خلیفہ تھے جیسا کہ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۱ پر لکھتے ہیں۔ "اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح بن مریم آخری خلیفہ موسیٰ کا ہے" باوجود اسکے وہ نبی بھی تھے۔ پس خلیفہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آپ نبی نہیں تھے۔

پنجم۔ آپ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴-۶۵ کو غور سے پڑہیں۔ اور اسکے مندرجہ ذیل فقرونکو نوٹ کرلیں۔

"کیونکہ جو شخص غور وایمانداری سے قرآن شریف کو پڑھیگا۔ اسپر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیروزبر کئے جاینگے۔ اور

سخت طاعون پڑیگا۔ اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا۔ اس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے۔ × × × تو پھر کیونکر ممکن ہو کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے۔ اور تمام عالم پر محیط ہونیوالا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے (اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا۔ کہ جو مسیح موعود کو رسول نہیں مانتا۔ وہ مسیح موعود بھی نہیں مانتا کیونکہ اس رسول کا نام ہی مسیح موعود ہے) × × × اور ظاہر ہے کہ یہ امور بھی یورپ میں کمال تک پہنچ گئے ہیں۔ جو بالطبع عذاب کے مقتضی ہیں۔ اور عذاب رسول کے وجود کا مقتضی ہے اور وہی رسول مسیح موعود ہے × × × پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے"

آیا اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کہ آپ نے باوجود خلیفۂ رسول اللہ صلعم ہونے کے اپنے آپکو نبی اور رسول کہا پس آپ کی خلافت کا قیاس دوسرے خلفاء پر کرکے آپکی خلافت کے سلسلہ کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

ششم یہ کہ حضرت اقدس نے اوخلیفہ من خلفائہ سر الخلافہ میں قرار کر یہ ظاہر کردیا ہو کہ میرے بعد سلسلہ خلفاء ہوگا۔

ہفتم یہ کہ بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۸ء سے مفصلہ ذیل القول الطیب کو غور سے پڑھیے۔

"۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ایک خادم جو باہر سے آیا تھا۔ حضور کی خدمت میں اس الہام کا ذکر کرکے کہ آپ کی وفات کے دن قریب ہیں۔ رو پڑا۔

فرمایا۔ یہ وقت تمام انبیاء کے متبعین کو دیکھنا پڑتا ہو اور اس میں"

ایک نشان خداتعالےٰ دکھاتا ہے نبی کی وفات کے بعد اس سلسلہ کو قائم رکھکر اللہ تعالےٰ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ در اصل خدا ہی کی طرف سے ہے بعض نادان لوگ نبی کے زمانہ میں کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ ایک ہوشیار اور چالاک آدمی ہے اور دوکاندار ہے کسی اتفاق سے اسکی دوکان چل پڑی ہے لیکن اسکے مرنیکے بعد یہ سب کاروبار تباہ ہو جاویگا تب اللہ تعالیٰ نبی کی وفات کے وقت ایک زبردست ہاتھ دکھاتا ہے اور اسکے سلسلہ کو نئے سرے سے پھر قائم کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ بیوقت موت ہے۔ صرف دو مسجدوں میں نماز پڑھی جاتی تھی باقی میں بند ہو گئی تب خداتعالےٰ نے ابوبکر کو اٹھایا۔ اور تمام کاروبار اسی طرح جاری رہا اگر انسان کا کاروبار ہوتا۔ تو اسوقت ادھورا رہ جاتا۔ ایسا حضرت عیسیٰؑ کے بعد جو نمونہ ایک ناکامی اور تباہی اور پریشانی کا انکی امت نے دیکھا تھا۔ اس کی تو کوئی نظیر ہی موجود نہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت نمائی کا ایک نمونہ دکھانا چاہتا ہے کہ نبی کے زمانہ میں اسکے تمام کاموں کی تکمیل نہیں کرتا۔ سنت اللہ ہمیشہ اسی طرح سے جاری ہے کہ لوگوں کا خیال کسی اور طرف ہوتا ہے اور خدا تو کوئی اور بات کر دکھلاتا ہے جس سے بہتوں کے واسطے صورت ابتلا پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت کے متعلق تمام پہلوں کو بھی دھوکہ رہا۔ کہ وہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا حضرت عیسےٰ کے متعلق الیاس کا دھوکہ آجتک تمام یہودیوں کو لگا ہوا ہے لکھا ہے کہ ایک بزرگ جب فوت ہوئے تو انہوں نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو وہاں ایک سبز چڑیا آئے گی جس کے سر پر وہ چڑیا بیٹھے وہی میرا خلیفہ ہوگا۔ جب وہ اسکو دفن کر چکے تو اس انتظار میں بیٹھ

کہ وہ چڑیا کب آتی ہے۔ اور کس کے سر پر بیٹھتی ہے بڑے بڑے پرانے مرید جو تھے انکے دلوں میں خیال گزرا کہ چڑیا ہمارے ہی سر پر بیٹھیگی۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک چڑیا ظاہر ہوئی اور وہ ایک بقال کے سر پہ آبیٹھی جو اتفاق سے شریک جنازہ ہو گیا تھا تب وہ سب حیران ہوئے لیکن اپنے مرشد کے قول کے مطابق اسکو لے گئے۔ اور اُس کو اپنے پیر کا خلیفہ بنایا۔"

اس سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

اوّل یہ کہ حضرت مسیح موعود اپنے آپکو رُسُل میں شامل سمجھتے ہیں جبھی فرمایا۔ کہ یہ وقت تمام انبیاء کے متبعین کو دیکھنا پڑتا ہے۔

دوم یہ کہ نبی کی وفات کے بعد سلسلہ بذریعہ خلفاء قائم رہتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے ذکر وفات کے بعد فرماتے ہیں تب خدا تعالےٰ نے ابوبکر کو اٹھایا۔ اور تمام کاروبار اسی طرح جاری رہا۔

سوم۔ یہ کہ خلفاء اللہ تعالےٰ بناتا ہے اور خدا جسے چاہتا ہے قائم کرتا ہے۔ خواہ وہ عوام الناس کے نزدیک کیسا ہی حقیر ہو۔ چنانچہ ایک تمثیل میں فرماتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو وہاں ایک سبز چڑیا آئیگی۔ جس کے سر پر وہ چڑیا بیٹھے۔ وہی میرا خلیفہ ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں۔" وفات کے بعد بڑے پرانے مرید جو تھے انکے دلوں میں خیال گزرا کہ چڑیا ہمارے ہی سر پر بیٹھے گی۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک چڑیا ظاہر ہوئی۔ اور وہ ایک بقال کے سر پر آبیٹھی"۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ خلافت کے وقت خدمات کی عمر اور تعداد نہیں دیکھی جاتی جس کی جانب چاہے خدا دل متوجہ کرے۔

غرض حضرت اقدس نے مسئلہ خلافت کو اس القول الطیب میں واضح کر دیا جس

سے کوئی احمدی رہ کر انکار نہیں کرسکتا۔

واضح ہو کہ نمبر ۶ صفحہ ۱۲ تا ۱۵ (خلافت علی منہاج النبوۃ) کا جواب اس مضمون کے ابتدا میں اور اعتراض نمبر ۳ و ۴ میں دیا جاچکا ہے۔ اللہ تعالے اس عجالہ کو جو میں نے آج ہی رسالہ ڈاک میں وصول ہونے پر قلم برداشتہ لکھا ہی نافع للناس بنائے۔ اللھم آمین۔

وفات مسیح پر چند دلائل

(سوال) قرآن کریم میں صاف لکھا ہو بل رفعہ اللہ الیہ یعنی عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالے نے اپنی طرف اٹھا لیا جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضرت ممدوح زندہ آسمان پر چڑھ گئے۔ اور اب تک زندہ موجود ہیں۔

(جواب) میں نے پہلے عرض کر دیا ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت رافعک الی میں رفع کا وعدہ ہے جو بہر حال وفات کے بعد پورا ہونیوالا ہے۔ اور بعد وفات رفعت روح کو ہی ہوتی ہو نہ جسم کو۔ سو آیت فلما توفیتنی سے تحقق وفات ثابت ہوئی اور بل رفعہ اللہ سے تحقق رفع بعد از وفات۔ دوم احقر نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ قرآنی دلائل بیان کرتے وقت اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاوے کہ کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف نہ ہو جاوے۔ جبکہ ان آیات میں وفات مسیح کا ثبوت ہے اور اب آپ اسکے برخلاف غلطی سے آیت بل رفعہ اللہ کو حیات مسیح کے لئے پیش کر رہے ہیں کیا اس سے اختلاف فی القرآن لازم نہ آئیگا۔ نعوذ باللہ منہا۔ کیا وہی قرآن جو اختلافات و تناقضات کے مٹانیوالا ہو۔ خود بانی اختلافات بنکر سچا رہ سکتا ہو کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

بحث۔ کیا لفظ رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہوا کرتا ہو یا رفع روحانی بھی سو جوابًا عرض ہو کہ رفع سے مراد رفع روحانی بھی ہوتی ہو جیسا کہ آیت ہذا سے ظاہر ہے قال اللہ تعالے

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم پ ۲۸ سورہ مجادلہ یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں انکو اللہ تعالیٰ اٹھالیتا۔ اب فرمائیے کیا امت محمدیہ خیر امت میں کوئی مومن ہوا ہے بھی کہ نہیں اگر نہیں تو پھر یہ امت خیر امت کسطرح ٹھہری استغفر اللہ اور اگر ہوا ہے تو کیا رفع جسمانی آجتک کسی کو نصیب ہوئی بھی ہے یا نہیں اگر ہوئی ہے تو فہرست دیں کہ کون کون اور کسوقت کوئی اٹھایا گیا ہے فہرست دینے پر ماننا پڑیگا کہ وہی مومن ہیں۔ جو جناب کی فہرست میں شمار کئے جائینگے کیونکہ آیت ہذا سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو مومن ہونگے وہ تو ضرور اٹھائے جائینگے۔ اور جو نہ اٹھائے جائینگے۔ تو انکے لئے نعوذ باللہ بزعم جناب فتوے کی ضرورت ہے اور اگر نہیں ہوئی تو وہی پہلا امر قایم ہو گیا۔ کہ یہ امت خیر امت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی مومن کامل ہے نعوذ باللہ منہا۔ یا یہاں روحانی رفع ماننی پڑیگی جس سے تمام عقدہ حل ہو سکتا ہے اور یہی رفع جناب مسیح کو بھی نصیب ہوئی فتامل ولا تکن من الغافلین۔

اور حدیث شریف میں فرمایا رسول کریم نے ما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ فصل اول صفحہ ۱۵۹۔ اور ایک روایت میں ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵ یعنی جب کوئی بندہ عاجزی اور فروتنی اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکو اپنی طرف اٹھالیتا ہے اور بموجب دوسری روایت کے ساتویں آسمان پر اسکو اٹھالیتا ہے یہاں بھی رفع روحانی ہی مراد ہے ورنہ لاشک ثانی کوئی شخص بھی اہل تواضع اس امت میں ثابت نہیں ہو سکیگا فافہم۔ رفع روحانی کے بارے میں قرآن و حدیث میں بہت سے دلائل ہیں لیکن بخوف طوالت انہیں پر اکتفا کیا ہاں چاہتا ہوں کہ لغت عرب سے بھی ایک حوالہ پیش کردوں۔ رفع نزدیک گردانیدن کسے را بکسے صراح یعنی جب صلہ الی رفع کے بعد واقع ہو تو ایک شے کا دوسری شے کے نزدیک کر دینے کے معنی ہوتے ہیں ومن ذلک قولہم رفعتہ الی السلطان اور اسی قبیل میں ہے یعنے اسکو سلطان کا مقرب کر دیا صراح جلد ۲ پس رفعہ اللہ الیہ میں بھی رفع بمعنی قرب کے ہے کیونکہ یہاں بھی صلہ الی آیا ہے۔ بحث سوم الیہ میں اگر اپنی طرف

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم ‌پ۲۸ سورہ مجادلہ یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں انکو اللہ تعالیٰ اٹھا لیتا۔ اب فرمایئے کہ کیا امت محمدیہ خیر امت میں کوئی مومن ہوا ہے بھی کہ نہیں اگر نہیں تو پھر یہ امت خیر امت کسطرح ٹھہری استغفر اللہ اور اگر ہوا ہے تو کیا رفع جسمانی آجتک کسی کو نصیب ہوئی بھی ہے یا نہیں اگر ہوئی ہے تو فہرست دیں کہ کون کون اور کسوقت کوئی اٹھایا گیا ہے فہرست دینے پر ماننا پڑیگا کہ وہی مومن ہیں۔ جو جناب کی فہرست میں شمار کئے جاینگے کیونکہ آیت ہذا سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو مومن ہونگے وہ تو ضرور اٹھائے جاینگے۔ اور جو نہ اٹھائے جاینگے۔ تو انکے لئے نعوذ باللہ بزعم جناب فتوے کی ضرورت ہے اور اگر نہیں ہوئی تو وہی پہلا امر قایم ہوگیا۔ کہ یہ امت خیر امت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی مومن کامل ہے نعوذ باللہ منہا۔ یا یہاں روحانی رفع ماننی پڑیگی جس سے تمام عقدہ حل ہو سکتا ہے اور یہی رفع جناب مسیحؑ کو بھی نصیب ہوئی فتامل ولا تکن من الغافلین۔

اور حدیث شریف میں فرمایا رسول کریمؐ نے ما تواضع احد الا رفعہ اللہ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ فصل اول صفحہ ۱۵۹۔ اور ایک روایت میں ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۵ یعنی جب کوئی بندہ عاجزی اور فروتنی اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی طرف اٹھا لیتا ہے اور بموجب دوسری روایت کے ساتویں آسمان پر اسکو اٹھا لیتا ہے یہاں بھی رفع روحانی ہی مراد ہے والا بشق ثانی کوئی شخص بھی اہل تواضع اس امت ـن نہیں ہو سکیگا فافہم۔ رفع روحانی کے بارے میں قرآن و حدیث میں بہت سے دلائل ـبخوف طوالت انہیں پر اکتفا کیا گیا ہاں چاہتا ہوں کہ لغت عرب سے بھی ایک حوالہ پیش ـرفع نزدیک گردانیدن کسے را بکسے صلۃ بالی یعنی جب صلہ الیٰ رفع کے بعد واقع ہو تو ـدوسری شے کے نزدیک کر دینے کے معنی ہوتے ہیں ومن ذالک قولہم رفعتہ ـلطان اور اسی قبیل میں ہے یعنے اسکو سلطان کا مقرب کر دیا صراح جلد ۲ پس رفعہ اللہ الیہ ـکے معنی قرب کے ہیں کیونکہ یہاں بھی صلہ الیٰ آیا ہے۔ بحث سوم الیہ میں اگر اپنی طرف

ریویو آف ریلیجنز 1914 جون کے شمارے کا

Page No 56 ٹھیک حالت میں

لائبریری کی تمام کاپیوں سے نہیں ملا۔

		قیمت
خصوصیات مسیح موعود	وہ دس بارہ خصوصیات جو ہمارے امام کو دوسرے اولیاء اللہ سے ممتاز کرتی ہیں	۱ر
فائل تشحیذ سنہ ۱۹۰۶ تا ۱۹۱۱	معارف و حقائق کا خزانہ دلچسپ و علمی مضامین کا گنجینہ	فی فائل عا
ادعیۃ القرآن	قرآن کریم کی تمام دعائیں نثر و نظم ترجمہ کیساتھ چھاپی گئی ہیں اخیر میں مسئلہ دعا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا نہایت لطیف مضمون ہے	۲ر
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات	۳ر
تشحیذ مارچ ۱۹۱۳ء	ہستی باری تعالیٰ پر دس زبردست دلائل	۳ر
تشحیذ جون ۱۹۱۳ء	تصدیق المسیح جس میں سلسلہ احمدیہ پر تمام موجودہ اعتراضوں کا نہایت مکمل جواب	۶ر
تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء	تمام قرآن مجید کے آیات پر نوٹ اور تشحیذ کا خریدار بننے والے کو مفت	۸ر

	قیمت			
نغمہ اکمل حصہ دوم	۲ر		ہدایات	۱ر
البلاغ المبین	۱ر		محمد رسول اللہ	۱ر
اسلام کی پہلی کتاب	۴ر		اسلام کی دوسری کتاب یعنی طریق نماز	۸ر
معیار حق	۳ر		لیکچر سردار مہر سنگھ معہ چولہ بابا نانک	۱۰ر
لیکچر سردار مہر سنگھ بمعہ ضمیمہ	۱ر		عمدۃ الاحکام	عہ
ترجمہ انگریزی حصہ اول مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن	۲ر	ترجمہ سیکھنے کے نہایت آسان قاعدے	اربعین	۴ر
ترجمہ انگریزی حصہ دوم مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن	۴ر	"	ابتدائی تحریریں	۲ر
الاسماء الحسنیٰ	۵ر		حلت مردار ہے	۴ر
مکتوبات احمدیہ حصہ دوم	۸ر		ترجمۃ القرآن پ۲۷ پ۲۸ پ۲۹	فی جلد عہ
مجربات نورالدین حصہ اول دوم	فی جلد ۵ر		نماز مترجم	۱ر
آمد مبارکہ	۱ر		کلام محمود	۴ر
خطبات نور حصہ اول / دوم	۸ر / ۱۲ر عہ		القاء ربانی	۶ر
امۃ الحفیظ کی آمین	۔ر		غلامی	۳ر
عصمت الانبیاء	۷ر		کسر صلیب (تردید عیسائیت)	۱ر

یہ سب کتابیں مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

۱۵ر

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن

سخت امراض کی آسان دوائیاں

تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر جاری ہے اور امیر سے غریب تک یکساں اسے استعمال کرتے ہیں اسلئے خاصکر اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف چند دوائیوں کا نام لکھا جاتا ہے مفصل حالات کے لئے بڑی فہرست بلاقیمت مفت منگا کر دیکھئے۔

اصلی عرق کافور۔ ہیضہ و گرمی کے دست کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ قیمت ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر

جلاب کی گولیاں۔ رات کو کھا کر سو جائیے سویرے خلاصہ دست ہو جائیگا قیمت ۱۶ گولیوں کی ڈبیا ۵ر محصولڈاک ایک سے ۶ تک ۵ر

کولا ٹانک۔ کلیجہ کے کمزوری مٹانے اور طاقت بڑھانے کی ایک ہی دوا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک ۵ر

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم اور ریاح کو دفع کرتا ہے قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ۵ر

پین ہیلر

بیرونی اور اندرونی درد کو مٹاتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ۵ر

کلورو ڈائین۔ ہیضہ مروڑ سول اینٹھن ایک بے نظیر دوا ہے قیمت ۶ر محصولڈاک ۵ر ایک درجن کی قیمت چار روپے (للعہ)

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے ملینگے ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ